۷۸۶

ہوالکل

آمین

بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ

# بیوی کی تربیت

زنانہ تعلیم و تربیت کیلیے ہندوستان

کی نامور عورتوں کے لکھے ہوئے مجرب طریقے

مرتبہ مصور فطرت مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی

جس کو

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق نومبر ۱۹۲۰ء میں

کارکن خواجہ ڈپو دہلی نے پہلی بار

لالہ ٹھاکر داس کے اہتمام سے دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

کتبہ ... قریشی غفرلہ

پہلی بار    قیمت قسم اوّل (عہ)    قسم دوم عہ

۷۸۶

# یادگاری تحفہ

عزیزہ وزیر النساء، نظامی اہلیہ نواب صاحب والیِ
ریاست مانگرول کاٹھیاواڑ کے نام یہ تعلیم و تربیت
کی کتاب بطور یادگاری تحفہ کے منسوب کی جاتی ہے۔ کیونکہ
موصوفہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے اچھے طریقوں پر
عمل کرنے اور ذاتی دینداری کے نمونے دکھانیکے سبب
یقیناً اس قابل ہیں کہ یہ مفید چیز اُن کے نام سے منسوب ہو۔

حجرہ "رین بسیرا" دہلی

دعاگو **حسن نظامی**

۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

ہو الکل                                یا معین

# کتاب بیوی کی تعلیم کا

## دوسرا حصہ

# بیوی کی تربیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیونکر لکھوں، دل شرمندہ ہے، گناہ کا عذر گناہ سے بدتر ہوتا ہے، آج سے پورے تین سال پہلے بیوی کی تعیم نامی کتاب کا دوسرا حصہ لکھنے کا ارادہ ہوا تھا۔ اور لیلے خواجہ بانو کی رائے سے یہ بات ٹھہری تھی کہ دوسرے حصہ میں ایسی باتیں لکھی جائیں جو علم و عمل دونوں کو فائدہ دیں۔ اور یہ باتیں خود عورتوں سے پوچھ پوچھ کر قلمبند ہوں۔ تاکہ پڑھی لکھی سمجھدار، تجربہ کار بیویوں کے خیالات سے نئی تعلیم اور نئی سمجھ کی لڑکیاں فائدہ اُٹھائیں۔ اور گھرداری کے معاملات عملی طور سے سمجھیں +

خواجہ بانو نے میرے مشورہ سے سولہ سوال تیار کیے۔ اور زنانہ

اخباروں میں اُن کو شائع کرایا۔ اخباروں کے علاوہ جن لائق اور مشہور دانشمند مستورات سے خواجہ بانو کی خط و کتابت تھی اُن سے بھی یہ سوالات بھیجکر جواب لکھنے کی درخواست کیگئی۔ اس پر سینکڑوں جواب خواجہ بانو کے پاس آئے، اور انہوں نے مجھ کو سنائے یا دکھائے +

ہم دونوں کا ارادہ تھا کہ ان جوابات کو فوراً درست کر کے ایک کتاب کی صورت میں چھپوا دیا جائے۔ مگر ایک تو ہم ہندوستانی ہیں دوسرے (آجکل کے) مسلمان ہیں جو اکثر اپنے ارادوں کے کچے اور بودے ہوا کرتے ہیں۔ سوچتے سوچتے غور کرتے کرتے تین برس ہو گئے اور کتاب تیار نہ ہونے پائی +

خواجہ بانو کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ وہ اپنے بچوں کی خبر گیری اور میرے پاس آنیوالے بیشمار مہمانوں کے انتظام مدارات اور گھرداری کے ہزاروں بکھیڑوں کے باوجود لکھنے پڑھنے کا وقت نکال لیتی تھیں اور اس کتاب کی تیاری کا تقاضا کرتی تھیں مگر میں دوسری کتابوں کی تصنیف و تالیف اور صدہا پراگندہ کاموں کے سبب آجکل کر کر کے ٹال دیتا تھا ٹالنا بہت سخت لفظ ہے۔ میں تو عورتوں کی تعلیمی خدمت کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہوں۔ پھر اس ضروری کام کو کیوں ٹالتا ٹالنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے وقت اور فرصت نکلنے کے خیال پر کتاب کی تیاری کو ملتوی کر دیتا تھا +

آدمی کام کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی مصیبت اور پریشانی اُسکو روک نہیں سکتی۔ پھر بھی یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ تین سال ایسے سخت تھے کہ میں نے

تالیف و تصنیف کا بہت ہی تھوڑا کام کیا اور کروروں روپیہ کی قیمت کے ۳۰ مہینے میرے ہاتھ سے مُفت نکل گئے۔ جنگ یورپ کے طفیل جو سختیاں ہندوستان کے علمی کام کرنے والوں نے اُٹھائیں اور حکومت کے شبہ نے انگوستایا اس میں میرا حصہ بھی بہت کچھ تھا وبائی بخار۔ کاغذ کی گرانی۔ اور خانگی مشکلات۔ غرضکہ بہت سی باتیں تھیں جنکے سبب یہ زمانہ ضائع ہوا اور بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ تیار ہوکر شائع نہ ہوسکا۔

مجبوریوں اور سچی مجبوریوں کے ہوتے ساتے بھی میں اسکو اپنا قصور سمجھتا ہوں کہ کیوں ابتک اِس اچھے اور مُفید کام میں غفلت کرتا رہا اور بیوی کی تعلیم کا دوسرا حصہ شائع نہ کیا۔ آج اِسکا موقع خدا کے فضل سے میسر آیا۔ کتاب شائع ہوتی ہے۔ مگر میں ندامت سے پسینہ پسینہ ہوا جاتا ہوں، شرمندگی اس کی ہے کہ خواجہ بانو نے جواب لکھنے والی بیویوں سے جواب لکھوانے میں بہت جلدی کی تھی۔ اور تقاضے کرکر کے وعدہ کیا تھا کہ کتاب بس چند روز میں شائع ہوجائیگی۔ وہ بیچاری کیا کریں۔ جو کچھ انکے بس کا کام تھا کمی نہ کی۔ جوابوں کو مرتب کرنا۔ اور اُن پر رائے لکھنا۔ اور خود اپنے خیالات انکے ساتھ شریک کرنا۔ یہ میرا کام تھا۔ اُن کا نہ تھا۔

## کتاب کا نام

اِس کتاب کا نام "بیوی کی تربیت" رکھا گیا ہے۔ اِس کتاب میں محض بیوی اور اسکی تربیت کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ صرف عورتوں کی تربیت پر بھی اِس کا مضمون منحصر نہیں ہے۔ مردوں، بڑی عمر کی عورتوں، درمیانی عمر

کی عورتوں - اور چھوٹی عمر کی لڑکیوں - سب ہی کے علم و عمل کی اہمیں باتیں ہیں +

اِس کتاب کے پہلے حصّہ کا نام "بیوی کی تعلیم" مقرر کرتے وقت بھی یہ سوالات ذہن میں آئے تھے - بلکہ بعض نامور بزرگانِ قوم نے لکھا بھی تھا کہ یہ کتاب تو میاں بیوی ، اور عورت مرد ، اور چھوٹے بڑے کی تعلیم کے لیے یکساں ضروری ہے پھر اس کا نام محض بیوی کی تعلیم کیوں رکھا +

بیوی کی تعلیم نام رکھتے وقت میرا خیال یہ تھا کہ چونکہ میں نے اپنی بیوی لیلےٰ خواجہ بانو کی تعلیم کیلیے یہ خطوط لکھے تھے جو بیوی کی تعلیم میں شائع ہوئے ہیں اِس واسطے اِس کا نام بیوی کی تعلیم ہونا چاہئے - اِسکے علاوہ بیوی سے مُراد محض شوہر والی عورت نہیں ہوا کرتی - بلکہ کنواری لڑکیوں ، اور شادی شدہ عورتوں اور بیوی اور ہر قسم کی مستورات کو بیویاں کہتے ہیں اور بولتے ہیں - اِس کتاب کا فائدہ ہر طبقہ کی عورتوں کو ہوگا - جو لڑکیاں ہیں اُن کو بھی سُسرال کے فرائض معلوم ہو جائینگے جو خاوند والیاں ہیں یا گھر والیاں ہیں اُن کو بھی اچھّی باتوں کی تمیز اور بُری باتوں سے احتیاط ہوگی +

میرے بزرگ خان بہادر حضرت مولانا سیّد اکبر حسین صاحب جج الٰہ آبادی نے سچ لکھا تھا کہ اِس کا نام میاں بیوی کی تعلیم ہونا چاہئے - چنانچہ میں نے دوسری اشاعت کے موقع پر سرِ ورق بس خفی قلم سے "میاں بیوی کی تعلیم" کا لفظ چھپوا بھی دیا تھا +

اِس دوسرے حصّہ کا نام "بیوی کی تربیت" بھی بیوی کی تعلیم

کی طرح سمجھنا چاہئے - یعنی بیوی سے مُراد ہر قسم اور ہر عمر اور ہر حالت کی عورتیں ہیں ÷

## جَوابوں کا انتخاب

تمام جوابات کو پڑھنے کے بعد میں نے صرف سولہ جواب اس قابل سمجھے جن کو کتاب میں درج کیا جائے باقی جوابات میں کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جو ناظرین کو مُفید ہوتی - خواجہ بانو کو اپنی بہنوں سے ایسی محبت ہے کہ وہ تمام تحریروں کی اشاعت پر زور دیتی تھیں - اُنکا خیال تھا کہ لکھنے والیوں کے دل ٹوٹ جائینگے - ہمیں مشہور عورتوں سے زیادہ غیر مشہور عورتوں کے حوصلے بڑھانے کی ضرورت ہے خاصکر چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے جوابات شائع کرنے چاہئیں تاکہ قوم انکے عجیب وغریب خیالات سے آگاہ ہو ÷

افسوس ہے کہ میں نے خواجہ بانو کی درخواست کو اِس وجہ سے منظور نہ کیا کہ اس سے کتاب اُلجھا ہوا ریشم بن جاتی اور کوئی شخص اِس سے مطلب نہ نکال سکتا - ابتدائی عمر کی لڑکیوں کو اس سے بھی زیادہ صاف اور عام فہم عبارت کی ضرورت ہی جو اس کتاب میں ہے - پھر اگر بچوں یا کم علم مستورات کے تمام مضامین یہاں درج کردیے جاتے تو کتاب ایسی کھچڑی بن جاتی جس کا سمجھنا بہت مُشکل ہوتا - جس طرح بیوی کی تعلیم عورتوں کو بطور درس کے پڑھائی جاتی ہے یہ دوسرا حصہ بھی عورتوں کے سبق میں شامل ہوگا اِس لیے اِس میں بے سروپا اور بے نتیجہ مضامین درج کرنے مُناسب نہ تھے ÷

اِن سولہ جوابوں میں بھی بعض ایسے ہیں جن کی عبارت مولویانہ ہے اور موٹے موٹے مشکل عربی فارسی کے الفاظ ہیں جنکا سمجھنا مشکل ہوگا۔ مگر میں اِس کا علاج کچھ نہیں کرسکتا۔ اگر اُن الفاظ کو بدلوں تو جواب دینے والیوں کو ناگوار ہوگا۔ اِس کے علاوہ میرا کام بہت بڑھ جائے گا۔ دوسری اشاعت کے وقت اگر عورتوں کی شکائتیں آئیں تو عبارت آسان کردی جائیگی؀

## جوابوں پر رائے

یہ کام خود عورتوں کا ہے کہ اِن جوابوں پر رائے زنی کریں۔ اور سوچیں کہ اِنہیں کون کون سی باتیں دُرست ہیں اور کونسی غلط۔ اگر میں یا خواجہ بانو اِن پر اپنی رائے لکھیں تو عورتوں کو اپنے دماغ پر زور دینے اور سوچنے کا موقع نہ ملیگا۔ تاہم ایک بات مَردوں کے لیے قابلِ عبرت اِن جوابات میں ہے کہ عموماً سب عورتیں مذہب کی حامی کار ہیں اور بعض مردوں کی طرح یہ نہیں کہتیں کہ مذہب کو چھوڑے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہ نشانی ہے اس بات کی کہ عورتیں مذہب کے معاملہ میں مَردوں سے زیادہ عقلمند ہیں؀

تین سال پہلے جب یہ سوالات شائع ہوئے اور جوابات لکھے گئے تھے ہوم رول اور خود مختار حکومت ایسی ڈراونی چیز تھی کہ بعض عورتوں نے اِس کا جواب ہی نہیں دیا۔ اور بعض نے اسکی مخالفت کی۔ مگر اب اِس ۱۹۲۰ء میں خیالات بہت کچھ بدل گئے ہیں۔ اور عورتیں کُھلم کُھلا خود مختار حکومت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور خلافت کی جدوجہد میں ہر صوبہ کی مستورات نے پُرجوش عملی

خاص دہلی میں عورتوں کی عملی کوشش بہت ترقی کرتی جاتی ہے سُدیشی کی حمایت اور خلافت کی ہمدردی کے لیے مجالسِ میلاد شریف میں مُباحثے ہوتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ مہینے میں میرے مکان درویش خانۂ حلقۃ المشائخ میں مستوراتِ دہلی و بستی نظام الدین نے محفلِ میلاد شریف کی تو سُدیشی اور خلافت کے لیے بڑی گرما گرم بات چیت ہوئی۔ سید شوکت صاحب دہلوی کی بھاوج اور بہن آجکل اس خدمتِ قومی میں بہت حصہ لے رہی ہیں +

بعض جوابات کی عبارت قابلِ اصلاح تھی۔ مگر سوائے املا کی درستی اور فقرہ کی موزونیت کے میں نے اس میں زیادہ ردوبدل مُناسب نہیں جانا +

جوابات کی ترتیب اُن کی وصولی کی ترتیب سے کیگئی ہے۔

حسن نظامی

# حسن نظامی کی رائے

## بچّوں کی دینی تعلیم و تربیت کی نسبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰہ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰہ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ +

یہ اذان کی آواز کیسی آتی ہے - دن کے دس بجے ہیں نہ صبح کی نماز کا وقت ہے نہ ظہر کا - عصر کا وقت ہے نہ مغرب کا - نہ عشا کا - پھر یہ اذان اور بے وقت کی اذان کون دے رہا ہے ؟
معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے - اور مولوی صاحب اُس کے کان میں اذان کہہ رہے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو دینی حکم ہے کہ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہو تو سب سے پہلی آواز اُسکے کان میں اذان اور تکبیر کی پہنچانی چاہیئے - اس واسطے مسلمانوں میں دستور ہے کہ کسی نیک مسلمان کو بُلاکر بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہواتے ہیں - اذان تو یہی ہے جو ابھی لکھی گئی - تکبیر میں حی علی الفلاح - حی علے الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ - قد قامت الصلوٰۃ اور بڑھادی جاتی ہے باقی سب وہی فقرے ہوتے ہیں جو اذان میں ہیں +

مسلمان بھی عجب لوگ ہیں - بچہ کے دُنیا میں قدم رکھتے ہی انہوں نے اس کے کان میں مُلاجی کی آواز بھرنی شروع کردی - کوئی پوچھے کیوں صاحب - آپ کے یہ لاڈلے کیا مسجد میں نماز کو جائینگے - یا پیٹ سے نکلتے ہی ان کو مسجد میں اذان دینی پڑیگی جو خواہ مخواہ یہہ کانا باتی شروع کیگئی ہے ابھی تو آپکے صاحبزادے برسوں نے خبر اور نماز روزہ سے انجان رہینگے - اِن کو اپنے تن بدن کا ہوش تو ہے نہیں اس اذان کو وہ کیونکر یاد کرینگے اور اس کے کہنے سے انکو کیا فائدہ ہوگا ؟ +

وہ مسلمان جواب دیگا - ہاں جناب آپ کو ہمارے دینِ اسلام

کی حکمت معلوم نہیں ہے - آپ نہیں جانتے کہ اذان کے کیا معنی ہیں اور پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں یہ کیوں کہی جاتی ہے - یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ بچہ اذان کو نہیں سمجھتا اور سات برس کی عمر تک نماز پڑھنے کی ضرورت اُسکو نہیں ہے مگر بچہ کے دماغ اور کان کے پردوں میں الفاظ اور آوازوں کے جذب کرنے کی ایک غیبی قوت ہوتی ہے - جیسے تصویر کھینچنے کے شیشہ میں سامنے والی تصویر کا عکس اُتر آتا ہے اور پھر وہ دور نہیں ہوتا اِسی طرح بچہ کے کان اور دماغ کی جھلیوں میں آواز اور الفاظ کی تصویر کھنچ جاتی ہے اور جب بچہ ہوشیار ہوتا ہے اور عمر بڑھنے سے اُس کی سمجھ بھی بڑھتی ہے تو جہاں کہیں اذان و تکبیر کی آواز سُنتا ہے فوراً اُس کو یاد آجاتا ہے کہ میں نے یہ آواز پہلے کہیں سُنی ہے اور خود بخود اُس کو اُس آواز سے رغبت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے ؞

فقط یہی ایک فائدہ نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اذان میں خدا کی بڑائی اور خدا کے ایک ہونے اور حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رسولِ خدا ہونے کی گواہی ہوتی ہے - اور نماز کا بُلاوا ہوتا ہے - اِس واسطے بھی بچہ کے کان میں اذان کہنی اچھی ہے تاکہ سب سے پہلی آواز وہ یہ سُنے کہ - خدا بڑا ہے، خدا بڑا ہے خدا بڑا ہے، خدا بڑا ہے، کوئی اور خدا سوائے اُس ایک خدا کے نہیں ہے، کوئی اور خدا سوائے اُس ایک خدا کے نہیں ہے - محمدؐ اُس خدا کے رسول ہیں، محمدؐ اُس خدا کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ سب سے اچھی بھلائی کی طرف، آؤ

سب سے اچھی بھلائی کی طرف۔ خدا بڑا ہے، خدا بڑا ہے، کوئی اور خدا سوائے اُس ایک خدا کے نہیں ہے +

یہ آواز سُنکر بچہ کے نرم نرم پٹھوں، اور تازہ تازہ خون کی رگوں، اور چھوٹی چھوٹی ہڈیوں میں خدا کی بڑائی، خدا کی یکتائی محمدؐ کی پیغمبری، اور نماز کا بُلاوا جم جاتا ہے اور اسلام کا سارا خُلاصہ پہلے ہی روز بچہ کے جسم و جان میں سما جاتا ہے +

یہ اذان و تکبیر مسلمان بچہ کی پہلی دینی تعلیم و تربیت ہے۔ جن مسلمانوں میں نئی روشنی کی پیروی اور اندھا دھند تقلید کے سبب اذان اور تکبیر کا رواج کم ہوتا چلا ہے۔ وہ بڑی غلطی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کا بُنیادی پتھر رکھنا ترک کر کے اُن کی اسلامی زندگی کی ساری عمارت کمزور کر دیتے ہیں +

## بچوں کے اشارے کرنیکا وقت

لو وہ تمہارے ہریالے بنّے غوں غاں کرنے لگے۔ اے لو۔ اب تو وہ امّاں کو۔ ابّا کو۔ نانی نانا۔ بہن بھائی اور گھر کی ماما کو بھی پہچان لیتے ہیں۔ ذرا ان کے مسکرانے۔ ہنسنے اور ہاتھ پاؤں اُچھالنے کو تو دیکھو۔ نہ کھانے کا فکر نہ کمانے کا فکر۔ نہ اچھے کی تمیز۔ نہ بُرے کی خبر۔ دودھ پینا، سونا، یا کھیلنا تماشہ کی حرکتیں کرنا۔ اپنے محبت کرنے والوں کو دیکھکر مسکرانا۔ ناز اُٹھانے والوں کے سامنے مٹکنا، ہاتھ پاؤں مارنا۔ وہ آنکھ سے اوجھل ہو جائیں تو پھوٹ پھوٹ کر رونا +

یہ وقت دینی تربیت کا ہے بچہ خود بھی اشارہ کرتا ہے اور

پاس والوں سے بھی اشارے چاہتا ہے۔ بڑے بڑے خشک مزاج روکھے مُنھ بنائے رکھنے والے بھی بچوں کے سامنے بچے بن جاتے ہیں۔ اور چھوٹے پن کی حرکتیں اور اشارے کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ باہر مردانے میں ایسی حرکتیں اور اشارے کریں تو لوگ ان کو پاگل سمجھیں اور خوب مذاق اُڑائیں کیونکہ باہر تو یہ نہایت چُپ چاپ صورت بناکر آتے ہیں۔ بہت آہستہ بولتے ہیں۔ بہت نرمی سے دوسروں کی بات کا جواب دیتے ہیں اور گھر میں بچہ کے سامنے، کبھی زبان نکالتے ہیں، کبھی مُنھ چڑاتے ہیں، کبھی آنکھیں مٹکاتے ہیں، کبھی بلی اور کُتّے کی آواز بناکر بولتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ ہم بڑے مہذب اور متین ہیں اور ہماری یہ باتیں متانت اور سنجیدگی کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ قدرت نے خودبخود ان کے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ بچوں کو خوش کرنے کیلئے ایسی حرکتیں کرنی چاہئیں +

بچہ جب اپنے بڑوں کی یہ اشارہ بازی دیکھتا اور سُنتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے۔ اور پھر ہر وقت ایسے لوگوں کے پاس رہنے کی اس کو خواہش ہوتی ہے جو ہنسانے والے اشارے اسکے سامنے کریں +

اشاروں میں دینی تعلیم و تربیت کا یہ قاعدہ مقرر کرنا چاہئے کہ ماں باپ یا جو شخص بچہ کے پاس زیادہ رہتا ہو وہ اسکے سامنے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھاکر اور ذرا آواز کو "بچہ پسند" بناکر کہے ایک اللہ۔ ایک اللہ۔ وہ ایک اللہ۔ میاں وہ ایک اللہ۔ ہُو

ہُو۔ ہُو۔ وہ ایک۔ وہ ایک۔ ایک ایک۔ وہ ایک اللہ +

ایک ایک۔ اور ہُو ہُو کہنے میں آوازوں کو بدلتا رہے اور جسم کو بھی حرکت دے۔ منھ بھی بنائے۔ آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھانے میں آنکھوں کو بھی آسمان کی طرف اُٹھائے۔ اور آنکھوں کو ذرا مچکا مچکا کر بچّہ کو دکھائے تاکہ بچّہ خوش ہو۔ اور خود بھی اُس کی نقل میں اِس طرح اِشارہ کرنے لگے اور اللہ۔ ایک اللہ کہنا اُسکو آجائے۔ ایک اللہ کہنے اور آسمان کی طرف اشارہ کرنے میں آوازوں کا بدلنا اور جسم کی اور آنکھوں کی حرکتوں کو ہنسی کا بنانا فقط اِس واسطے ہے کہ بچّہ کا جی خوش ہو۔ اور وہ بھی یہ اشارے سیکھ جائے۔ ورنہ خدا کا نام لینے میں ایسی بیہودہ حرکتیں کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جب بچّہ ہوشیار ہوجائے یعنی اُس کی عمر پانچ برس تک پہنچے تو پھر یہ مسخرہ پن ترک کردینا چاہیے +

اشاروں کے زمانہ میں بچّہ کے سامنے اذان کی نقل، نماز کی نقل، تسبیح پڑھنے کی نقل کرنے سے بچّہ بھی ویسے ہی اشارے کرنے لگتا ہے۔ مستورات کی جس قدر رائیں بچّوں کی دینی تعلیم و تربیت کے بارے میں یہاں درج کی جائیں گی اُن سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر بیوی نے یہی بتایا ہے کہ بچّوں کے سامنے پہلے خدا رسُول کا ذکر ہو اور ماں باپ خود نماز کی پابندی کریں تاکہ اُن کو دیکھکر بچّہ بھی سیکھے۔ بیویاں لکھتی ہیں کہ بچّہ بولنا سیکھے تو پہلے اللہ کا نام اُس کو یاد کرایا جائے۔ وغیرہ

میں یہ کہتا ہوں کہ اشاروں کے زمانہ سے تربیت شروع

ہونی چاہیے۔ خواجہ بانو میرے بچہ حسین نظامی کو اُسکے اشاروں کے دنوں میں جسطرح تربیت کرتی تھیں اُسکی کیفیت لکھنی مُفید ہوگی کہ عملی صورت کا مطلب جلدی سمجھ میں آجاتا ہو۔ حسین جب چھ مہینے کا تھا تو آسمان کو بہت دیکھا کرتا تھا۔ جاہل عورتوں نے وہم کیا کہ آسمان کو دیکھنا بہت نحوس ہی خواجہ بانو نے جواب دیا۔ نحوست کی کیا بات ہی اپنے قدیمی گھر کو دیکھتا ہی۔ جہاں سے آیا تھا اور جہاں پھر جانا ہے ✽

خواجہ بانو اُسی زمانہ سے اللہ اللہ حسین کو کھلاتے، دودھ پلاتے اور سُلاتے وقت کہتی تھیں۔ یہانتک کہ جب وہ دو ایک لفظ بولنے لگا تو سونے کی درخواست اِن الفاظ میں کرتا تھا "اماں اللہ اللہ" وہ فوراً اُسکو لٹا کر اللہ اللہ کہتیں اور حسین سو جاتا۔ بلکہ بعض اوقات رات کو اُسکی آنکھ کھل جاتی اور خواجہ بانو اُسکے پکارنے سے نہ جاگتیں تو وہ مجھکو آواز دیتا کہ "ابا اللہ اللہ" یعنی ابا تم اُٹھو اور مجھکو اللہ اللہ کرکے سُلاؤ

حسین ڈیڑھ برس کا تھا میں کبھی تہجد کے وقت ذکرِ جہر کرتا اور وہ صبح کو نانی کے ہاں جاتا تو وہ پوچھتیں کہ ابا کیا کر رہے ہیں تو کہدیتا۔ ابا۔ اللہ ہُو وہ کہتیں کیونکر اللہ ہُو کیا تو ذکرِ جہر کے طریقہ کی موافق گردن کو جنبش دیکر پھر اللہ ہُو کہتا۔ اِس کا سب عورتوں میں تماشا ہو جاتا ✽

خواجہ بانو نے اوّل دن سے جبکہ حسین اشارے کرتا تھا کبھی اُسکے سامنے جھوٹ نہیں بولا۔ یوں بھی خواجہ بانو سچ بولنے کی بڑی پابند ہیں مگر عورتوں کی طرح بچونکے سامنے اِس کہنے کو بھی جھوٹ سمجھتی ہیں کہ دیکھو ابا آئے۔ دیکھو ماموں آئے۔ کیونکہ جب ماموں اور ابا نہیں آتے تو بچہ خیال کرتا ہی کہ یہ جھوٹ بات تھی اور پھر وہ رفتہ رفتہ جھوٹ کا عادی ہونے لگتا ہے۔ خواجہ بانو

جب کہتیں یوں کہتیں "آؤ حسین کے ابا آؤ۔ آؤ حسین کے نانا آؤ۔ آؤ حسین کے ماموں آؤ" خواجہ بانو نے کبھی یہ نہیں کہا دیکھ حسین بیوی شادی آئی۔ دیکھ دال چپاتی آجائیگی۔ یعنی وہ بچہ کو ڈرانے کی کوشش نہیں کرتیں۔ کیونکہ اس طرح بچے ڈرپوک ہو جاتے ہیں۔ اس کے عوض اُن کا عمل یہ ہے کہ جہاں بچہ نے ضد کی یا رویا۔ یا مچلا تو وہ اسکو اکیلا چھوڑ دیتی ہیں۔ یا پاس رہتی ہیں تو اسکی ضد کی پروا نہیں کرتیں اور خاموش بیٹھی رہتی ہیں یہاں تک کہ بچہ خود ہی چُپکا ہو جاتا ہے اور دوبارہ ضد کرنے کی ہمت اُس کو نہیں ہوتی۔ کیونکہ بچوں کی ضد اور مچلنا ماں باپ یا پالنے والوں کی ناز برداری کے سبب بڑھا کرتا ہے۔ اگر ہر وقت لاڈ نہ کیا جائے تو وہ آپ ہی ضد چھوڑ دیتے ہیں۔

یہاں ایک دشواری کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ گھروں میں سب آدمی تعلیم یافتہ یا سمجھ دار نہیں ہوتے۔ بلکہ زیادہ تعداد وہمی اور پُرانے دستوروں پر چلنے والوں کی ہوتی ہے جو نئی اصلاحی باتوں کو نہیں مانتے اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے کہ ایک آدمی تو بچہ کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کی بات کہتا ہے یا بچہ کو سکھانی بتانی چاہتا ہے۔ اور چار آدمی اُسکے خلاف کہتے یا کرتے ہیں تو بچہ کی تربیت خاک میں مل جاتی ہے۔ میں خود اپنے گھر میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ حسین کی ماما ایک ایسی عورت ہے جس نے مجھکو پالا تھا اور مجھکو اُس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ وہ مردوں کی طرح مضبوط عورت ہے اسّی برس کی عمر ہے، مَن بھر بوجھ سر پر رکھکر چھ میل آسانی سے پیدل چلی جاتی ہے

اس کی قوم میواتی ہے - حور بانو اور اس کے سب مرتے والے بھائیوں کو اسی نے پالا اور کھلایا تھا - جب خواجہ بانو حسین کو نصیحت کریں یا تربیت کا کوئی قاعدہ برتنا چاہتی ہیں یہ عورت اپنی پرانی خراب خصلت کے سبب اُس کا اثر بگاڑ دیتی ہے - گھر میں تو وہ کچھ نہیں کہتی مگر باہر جاکر حسین کے سامنے ایسی باتیں کرتی ہے جن سے تربیت کے قواعد بگڑ جاتے ہیں - اگر ہم اس ماما کو بدل بھی دیں تب بھی تربیت کا نقص دور نہیں ہوسکتا کیونکہ گھر میں پرانے خیال کے بزرگ مردوں اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہے - اور اُن کے سامنے نئے قواعد تربیت کے اچھی طرح برتنے میں نہیں آسکتے +

یہی حال ہر گھر کا ہندوستان میں ہے - اور بچوں کی تربیت پرانے لوگوں کی خراب رسموں اور عادتوں کے سبب عمدگی سے نہیں ہوسکتی - اور اس کا علاج سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ تعلیم کثرت سے پھیلے اور سب لوگ تربیت کی ضرورت سے واقف ہوجائیں +

میں خود اور خواجہ بانو یہ دعوے کرنے کے ناقابل ہیں کہ اصلی فائدہ مند تربیت کے قاعدے برتنے ہم کو آتے ہیں کیونکہ ہم دونوں کی ذاتی تربیت بھی پرانی عادتوں میں ہوئی ہے اور ہماری خصلتوں میں صدہا کمزوریاں پائی جاتی ہیں - یہ جو کچھ ہم لکھتے ہیں یہ سب قول ہے - عمل کا حصہ بہت تھوڑا ہے - اور یہ قول اُن لڑکیوں کے عمل کے واسطے ہے جو آئندہ زمانہ میں آئینگی اور تعلیم کی اشاعت عام کے سبب ان کو موقع ہوگا کہ اس قول پر عمل کرکے بچوں کی اصلی فائدہ مند تربیت کریں +

## بچّوں کے بولنے کا وقت

میلی (میری) آماں تو چھوتی (سوتی) ہیں۔ لوتی (روٹی) پَت دئی (پک گئی) چھالن (سالن) کتولے (کٹورے) میں نتالو (نکالو) متو (مجھکو) بھوت (بھوک) لدی (لگی) ہے آہا۔ وہ تالا (تارا) نتلا (نکلا) وہ تندا (چندا) ماموں نتلے (نکلے) تندا (چندا) ماموں نوُل تے (نور کے) بلے (بڑے) ہتائیں (لگائیں) بوُل تے (بور کے) آپ تھائیں (کھائیں) تھالی میں، ام کو (ہم کو) دیں پیالی میں۔ پیالی دَئی (گئی) پھُوت (پھوٹ) تندا (چندا) ماموں دَئے (گئے) لوُتھ (روٹھ) پیالی آئی اوُل (اور) تندا (چندا) ماموں آئے دوُل (دوڑ)

کیا طوطے کی سی باتیں بناتا ہے۔ خدا رکھے تیسرے برس میں ہے۔ اب بھی نہ بولے گا۔ یہی دن تو بہار کے ہیں۔ اِسی زمانہ اور انہی باتوں کی خاطر تو عورتیں بچّوں کا ارمان کیا کرتی ہیں۔ یہ دنت اور بچوں کا تتلا تتلا کر بولنا عورتوں کو بہشت کی خوشی سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

سُنو بی سُہاگن۔ خدا تمہارے ہیرا سے طوطے (لڑکے) اور آغا مَینا (لڑکی) کو زندہ سلامت رکھے۔ اب تم خدا کا شکرانہ بھیجو کہ اُس نے یہ دن دکھایا اور تم نے اپنے بچّہ کی میٹھی میٹھی باتیں سُنیں شکرانہ یہ ہے کہ پہلے بچّہ کو بسم اللہ یاد کراؤ۔ جب وہ بچّھم اللہ (بسم اللہ) ہِل لحمان (الرحمٰن) نِل لحیم (الرحیم) پڑھنے لگے گا تو بڑا پیارا معلوم ہوگا۔ جب بچّہ کھانے کو بیٹھے تو اُس سے کہو۔ میاں پہلے

بچھم اللہ پڑھو پھر کھانا۔ اچھے بیٹے کھانے سے پہلے بچھم اللہ پڑھا کرتے ہیں۔ یا پانی پئے، یا نیا کپڑا پہنے یا باہر جائے ہر وقت اُس سے بسم اللہ پڑھواؤ۔ اس طرح اُس کو رفتہ رفتہ ہر کام میں بسم اللہ پڑھنے کی عادت ہو جائیگی +

جاہل عورتیں کہیں گی۔ دوئی بیوی ابھی بچہ کی بسم اللہ تو ہوئی نہیں نہ چار بیویوں کو بُلایا۔ نہ رَت جگا ہوا۔ نہ دو پان کسی کو کھلائے ابھی سے بسم اللہ پڑھوانے لگیں۔ تم ایسی جاہل عورتوں کی ایک نہ سُننا اور بچوں کو اوّل دن سے بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنا +

جب بسم اللہ کہنا آجائے تو کلمہ یاد کرانا۔ جب وہ کہے گا لاالہ الا اللہ محمد الچھول اللہ (رسول اللہ) تو تمہارا دل باغ باغ ہو جائیگا۔ اور خدا تم پر اور تمہارے بچہ پر اپنی رحمت نازل کریگا کلمہ یاد کرانے کے بعد۔ الحمد۔ قُل ہو اللہ۔ درود شریف یاد کراؤ۔ اِسکے بعد اسلام کے پانچ رُکن حفظ کرادو اور۔ وز اُس سے پوچھا کرو۔ میاں اسلام کا پہلا رُکن کیا ہے۔ وہ کہیگا خدا کو ایک ماننا۔ دوسرا کیا ہے نماز پڑھنا۔ تیسرا کیا ہے روزہ رکھنا۔ چوتھا کیا ہے زکوٰۃ دینا۔ پانچواں کیا ہے حج کرنا +

جب اسلام کے پانچ رُکن یاد ہو جائیں تو نمازوں کے پانچ وقت یاد کراؤ۔ اِس طرح کہ سورج نکلنے سے پہلے بچہ کو جگا کر پوچھو یہ کونسی نماز کا وقت ہے۔ وہ کہیگا صبح کی نماز کا۔ پوچھو اس نماز میں کے فرض پڑھتے ہیں۔ وہ کہیگا دو۔ پھر جب سورج ڈھلنے لگے تو یاد کر کے پوچھو۔ اب کونسی نماز کا وقت ہے تو وہ کہیگا ظہر کا۔

ظہر کی نماز میں کے فرض پڑھتے ہیں۔ وہ کہیگا چار۔ اِسی طرح عصر اور مغرب اور عشا کے وقت کرنا چاہیئے۔ کہ پہلے وقت اور فرضوں کی گنتی بچّہ کو معلوم ہو جائے۔ سُنّتوں کا سبق بڑا ہو کر پڑھ لیگا روزہ کے بارہ میں پوچھو اور یاد کرا کے پوچھو کہ فرض روزے کتنے ہیں۔ وہ کہیگا تیس ۳۰ ہیں۔ پوچھو کس مہینہ میں وہ جواب دے رمضان میں۔ سوال کرو روزہ کس وقت شروع ہوتا ہے جواب دِلواؤ پچھلی رات سے۔ پھر پوچھو کب ختم ہوتا ہے۔ جواب دلواؤ سورج چھپنے کے بعد ✤

زکوٰۃ اور حج کا سبق بڑا ہو کر پڑھے۔ اِن دونوں کا نام اور فرض ہونا اور اسلام کا رُکن ہونا شروع میں یاد کرا دینا کافی ہے ✤

اِس سوال جواب کو روزانہ جاری رکھو تاکہ بچّہ کے دل پر خوب نقش ہو جائے۔ مگر یہ باتیں سکھانے میں جبر اور سختی ذرا بھی نہ کرنی چاہیئے۔ ہنسی اور دل بہلاؤ کی باتوں باتوں میں یہ سبق دینے مناسب ہیں ✤

جب یہ باتیں یاد ہو جائیں تو گنتی سکھاؤ اِس طرح کہ ہاتھ کی ایک اُنگلی سامنے کرو اور پوچھو۔ میاں یہ کے ہیں پھر خود ہی جواب دلواؤ کہ ایک ہے۔ پھر دو اُنگلیاں دکھا کر دو کہواؤ۔ پھر تین دکھا کر تین کہواؤ۔ یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں دکھا کر دس تک گنتی یاد کرا دو۔ اور جب بچّہ اسکو یاد کر لے تو ایک اُنگلی اُٹھا کر کہو یہ ایک۔ اللہ بھی ایک۔ پھر دوسری اُنگلی ملا کر کہو یہ دو ۲ اللہ ایک۔ اور یہ محمدؐ اُس کے رسول۔ اِس کے بعد چار اُنگلیاں

دکھاکر کہو محمد رسول اللہ کے چار اصحاب۔ پھر پانچ انگلیاں دکھاکر کہو پنجتن پاک۔ جب یہ یاد کرلے تو چاروں اصحاب کے نام حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی مرتضےٰؓ یاد کراؤ۔ اور پنجتن کے نام حضرت محمد رسول اللہ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ۔ حضرت علیؑ۔ حضرت امام حسنؑ حضرت امام حسینؑ یاد کراؤ۔

اِس کے بعد امام ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام حنبلؒ کے نام سکھاؤ۔ پھر حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے نام بتاؤ۔ پھر قبلہ کا رُخ سمجھاؤ کہ سورج جدھر ڈوبتا ہے اُدھر کعبہ ہے اور مسلمان اِس رُخ خدا کی نماز پڑھتے ہیں۔ اِس کے بعد مشرق، مغرب، شمال، جنوب کی سمتیں سکھاؤ اور پوچھو مغرب کدھر ہے اور کہلواؤ اُدھر (ہاتھ کے اشارہ سے) جدھر سورج چھپتا ہے۔ مشرق اُدھر جہاں سورج نکلتا ہے۔ اور سورج کی طرف منہ کرکے بچہ کو کھڑا کرو۔ اور کہو کہ تمہارے داہنے ہاتھ کی طرف جنوب ہی اور بائیں ہاتھ کی طرف شمال ہے۔

اِس کے بعد باپ، دادا، پردادا سے لیکر سات پشت تک کے نام یاد کراؤ۔ پھر ماموں، چچا، تایا، خالو، پھپا اور اُن کی عورتوں کے رشتے سمجھاؤ۔ اور یہ الفاظ یاد کراؤ۔

## ادب کی تربیت

جب بچہ بولنے لگے اور تھوڑی سی سمجھ اُس میں آجائے تو اُس کو سلام کرنا

مزاج پُرسی کرنا۔ کھانا کھاکر، پانی پیکر الحمدللہ کہنا۔ سکھاؤ۔ اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ کپڑوں کے صاف رکھنے کی عادت ڈلواؤ کبھی اُسکے سامنے زیادہ نہ ہنسو۔ نہ اُس کو مار پیٹ اور سخت کلامی کا عادی بناؤ۔ نرمی سے بولو۔ اور ملائمت سے سمجھاؤ۔ نہ مانے تو بار بار کہو مگر ہمیشہ نرمی سے اور علیحدگی میں پاس بٹھاکر۔ لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا یا کچھ بتانا جلدی اثر نہیں کرتا۔ بلکہ بعض اوقات اُلٹا اثر ہو جاتا ہے ٭

بچے نماز پڑھتے وقت ماں کے سامنے آجاتے ہیں یا اوپر چڑھ بیٹھتے ہیں شروع میں ان کی یہ حرکتیں پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ مگر آخر میں ان کی بدتمیزی کا سبب بنتی ہیں۔ اِس لیے جب کبھی ایسا ہو نماز کے بعد ماں بچہ کو الگ بٹھاکر پیار محبت سے نصیحت کرے کہ میاں نماز کے سامنے نہیں آیا کرتے۔ اس سے گناہ ہوتا ہے"

جب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بچے غل مچاتے ہیں۔ یا ماں کی بات میں دخل دیکر خود اُس سے بات کرنی چاہتے ہیں۔ اُس وقت ماں کو چاہیئے کہ بچہ کو ذرا آنکھیں نکال کر سمجھائے کہ میاں جب کوئی بات کرتا ہو تو بیچ میں نہیں بولا کرتے۔ بات ختم ہو جائے جب ہم سے بولا کرو۔ عورتوں میں یہ عادت ایسی عام ہو گئی ہے کہ جہاں چار عورتیں جمع ہوتی ہیں تو ایسا غل مچتا ہے کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی ٭

بی رحیمن بات کرتی ہیں بی نہیمن سے۔ اور بی کریمن ہیں کہ بے تحاشا بی رحیمن سے بولے جاتی ہیں۔ بچاری رحیمن نہ کریمن کو جواب دیسکتی

ہے نہ فہمیدن کو۔ اور ایک چخ چخ سی ہونے لگتی ہے۔ عورتوں کی یہ خصلت بچپن سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر بچوں کو بات کاٹنے کی مرض سے روکا جائے تو رفتہ رفتہ عورتوں کا یہ عیب دور ہو جائیگا کیونکہ آج جو لڑکیاں ہیں کل وہی عورتیں بن جائینگی۔ لڑکیوں کی تربیت بچپن میں درست ہو جائیگی تو بڑی عمر میں وہ بات کاٹنے کو خود بُرا سمجھنے لگیں گی ✣

بچوں کو ریشمی اور گوٹہ کناری کے کپڑوں کی عادت نہ ڈالو۔ بلکہ ایسے کپڑے پہناؤ جو جلدی دُھل سکیں۔ اِس سے یہ فائدہ ہوگا کہ لڑکیاں سسرال میں جاکر شوہروں پر قیمتی کپڑوں کا بوجھ نہ ڈالیں گی۔ اور سب سے بڑی خوبی اُس میں صاف رہنے کی پیدا ہو جائیگی۔ کیونکہ ریشمی کپڑوں کے شوق کے سبب اکثر عورتیں میلی کچیلی رہتی ہیں۔ صرف شادی بیاہ کے موقع پر بھاری جوڑے پہنتی ہیں۔ بچپن سے معمولی اور سادہ مگر صاف کپڑوں کی عادت ہوگی تو سسرال جاکر بھی صفائی کا خیال اُن کو رہیگا ✣

کھانے میں بچوں کی تربیت کی بڑی ضرورت ہے۔ ان کو وقت کا پابند بناؤ۔ ندیدہ پن کی عادت سے روکو۔ یعنی بچہ کسی کو کھاتے دیکھکر اگر وہی چیز مانگے تو تیز نظروں سے اُس کو روکو۔ دسترخوان پر ساتھ کھلاؤ تو ہڈیاں ان کے ہاتھ میں نہ دو۔ کیونکہ وہ کہیں شادی مہمانی میں جاکر دسترخوانوں پر ہڈیاں چچوڑتے پھرنے میں بڑی بدتمیزیاں کرتے ہیں۔ چھوٹے نوالے کھانے سکھاؤ۔ جھوٹے اور کھانے میں بھرے ہوئے ہاتھ میں پانی کا کٹورہ اور گلاس نہ دو۔ کہ شروع سے یہ ضروری

تمیز سکھانی بڑی عمر میں ان کو تمیزدار بنا دیگی +

بچّوں کے سامنے چھوٹی اور بھوت پریت اور دیو پری کی کہانیاں نہ کہا کرو بلکہ اسلامی بادشاہوں کے اور صحابہؓ کے اور اولیاء اللہ کے تاریخی قصّے بیان کیا کرو۔ جو اُردو زبان میں بہت مِلتے ہیں۔

اُن کو بتاؤ کہ مسلمان کو خدا نے آزاد بنایا ہے۔ وہ کسی کا ناجائز دباؤ اور ظلم نہیں اُٹھا سکتا۔ ساری زمین اُس کے لیے بنائی گئی ہی اس کو ملک فتح کرنا اور ان پر حکومت کرنی چاہیئے۔ چاند، سورج بجلی، بھاپ، آگ، پانی، ہوا اسی کے واسطے پیدا ہوئے ہیں علم و عقل کی طاقت سے اِن چیزوں سے کام لینا چاہیئے +

لڑکیوں کو بتاؤ کہ تمہارا اصلی گھر سُسرال ہے اور وہیں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔ اور پھر ساس، سُسرے اور وہاں کے جتنے رشتہ دار ہیں اُنکے ادب آداب اور رہنے سہنے کے ڈھنگ سکھاؤ۔ اور کہو خاوند مجازی خدا ہے اُس کی اطاعت ہر عورت پر فرض ہی

لڑکوں کو بتاؤ کہ ماں باپ بہن بھائی اور بیوی بچّوں کا انسان پر بڑا حق ہے۔ خصوصاً بیوی کی ضرورت اور گھرداری کی ضرورت اور نکاح کرنے اور بچے بڑھانے میں رسُولؐ کا حکم ان کو سُنایا جائے۔ اور بیوی کی محبّت اور اُس کی خوشی پوری کرنے کی تلقین شروع سے ہونی چاہیئے

یہ خلاصہ ہے بچّوں کی تعلیم و تربیت کا جو میں نے بہت مختصر طور سے لکھا ہی کیونکہ اِس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہی کہ ہر بات کو بہت تفصیل سے لکھا جائے +

اب ہندوستان کی تعلیم یافتہ اور تجربہ کار مستورات کی رائیں

پڑھیے جو اُنہوں نے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے بارے میں لکھی ہیں ؎

ہر رائے کے بعد لکھنے والی کا نام و پتہ لکھ دیا گیا ہے ؎

# وہ سوالات جنکے جوابات مستورات نے دیے ہیں

(۱) بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کیونکر دینی چاہیئے ؟

(۲) لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے ؟

(۳) شادی و غمی کی فضول خرچیاں کس طرح کم ہو سکتی ہیں ؟

(۴) میاں بیوی میں محبت و سلوک قائم رکھنے کی کیا تدبیر ہے ؟

(۵) بعض مرد اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ مستورات اپنی ہم جنس بہن کی مدد ظلم سے بچانے میں کس طرح کر سکتی ہیں ؟

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ قابلِ اصلاح ہے یا نہیں۔ اور اصلاح کس حد تک ہونی چاہیئے ؟

(۷) نئی روشنی کی تقلید میں ترقی کرنی چاہیئے یا پُرانے دستور کی پیروی میں ؟

(۸) سکولوں میں بھیجکر لڑکیوں کو تعلیم دلوانا کیسا ہے ؟

(۹) نئے اصول کے موافق عورتوں کو تیمار داری کیونکر سکھائی جائے ؟

(۱۰) مختلف صوبوں کی عورتیں کن طریقوں سے آپس میں میل جول و اتحاد پیدا کریں ؟

(۱۱) اخباروں میں مضامین لکھنا، زنانہ جلسوں میں تقریریں کرنا عورتوں کو کیونکر سکھایا جائے ؟

(۱۲) اگر ہندوستان کو خود مختاری کی حکومت مل جائے تو عورتوں کا حصّہ اُس میں کیا ہونا چاہیئے۔ یعنی اِس خود مختار حکومت سے اُن کو بھی کچھ فائدہ حاصل کرنے کی توقع ہے یا نہیں؟

(۱۳) غریب و محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا کیا بندوبست مناسب ہوگا؟

(۱۴) عورتوں کی جبریہ تعلیم ہونی چاہیئے یا نہیں؟

(۱۵) مسلمان عورتوں کا قومی لباس کیا ہونا چاہیئے۔ اور اسکی ضرورت ہی یا نہیں؟

(۱۶) حفظانِ صحت کے اُصول میں عورتوں کو کیا کیا کام کرنے لازمی ہیں؟

# پہلا جواب

## ز۔ خ۔ ش۔ صاحبہ ساکن ضلع علی گڑھ کا

(۱) بچہ کی دینی تربیت کا آغاز ٹھیک اُس وقت سے ہونا چاہیئے جب اُس سے مخاطب ہو کر کچھ کہا جائے۔ اُسکی لب کشائی اللہ کے اسمِ اعظم سے کرانی چاہیئے۔ جب کسی قدر سمجھ آجائے تو اُسے اللہ رسول کی باتیں بتائی جائیں۔ لوریوں کے دنوں میں دینی لوریاں اور کہانیوں کے زمانہ میں اکابرِ اسلام و انبیا علیہم السلام کی سیرِ مطہرہ سُنائی جائیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ بچوں کو دنیوی امور سے لاعلم رکھا جائے۔ یا دوزخ کے رعشہ انداز عذابوں کا ذکر کر کے اُن کا دل کمزور کر دیا جائے۔ میرا مطلب یہ ہی کہ ان کے ننھے ننھے دماغوں پہ زور ڈالے بغیر بہت سُبک پیرائے میں مذہبی تلقین کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ مذہبی احترام

اور خدا پرستی ان کی گھٹی میں پڑکر طبیعت ثانی بن جائے تعلیم الصغر کالنقش فی الحجر۔ وتعلیم الکبر کالنقش فی الماء۔ ترجمہ "چھٹ پن کی تعلیم پتھر کی لکیر ہے۔ اور بڑی عمر کی تعلیم نقش بر آب" اپنی ذات کے لیے توفیق نہو تو اپنے پیارے بچوں کی خاطر والدین کو پورا مذہبی آدمی بننا چاہیے۔ کیونکہ اولاد پر سب سے گہرا اثر ماں باپ کی افعال و اطوار کا ہوتا ہے +

تعلیم کے وقت پہلے انہیں اچھی طرح مذہبی تعلیم دی جائے اس کے بعد جس قدر چاہو مغربی علوم پڑھاؤ۔ کچھ ڈر نہیں +

(۲) مادرِ مہربان کی زیرِ نگرانی اور پدرِ بزرگوار کے زیرِ سایہ گھر کی چار دیواری لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا بہترین اسکول ہے۔ کسی لائق معلمہ یا شریف و معتبر معلم سے دینی تعلیم اور یوروپین گورنس رکھکر مغربی تعلیم باحسن الوجوہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر امتحان پاس کرنے کا شوق ہو تو یونیورسٹی کا نصاب پرائیویٹ طور پر پڑھ کر امتحان دینا چاہیے۔ لیکن اس صورتِ خاص سے صرف خوشحال طبقہ متمتع ہو سکتا ہے +

مُفلس شائقینِ علم کو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اپنی بچیوں کو پاس پڑوس کے مکتب میں بھیجا کریں۔ یا اگر شہر میں کوئی قابلِ اعتماد اسلامی مدرسہ ہو تو اُس میں لڑکیوں کو ڈے اسکالر بنا کر تعلیم دلائیں +

(۳) شادی و غمی کی بربادکن مُسرفانہ رُسوم میرے تمہارے چھوڑنے سے نہ چھوٹیں گی۔ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑیگا؟ جب تک تمام صلاح پسند بہن بھائی عملی طور پر ادھر متوجہ نہ ہونگے کام نہ چلے گا +

سب سے کارگر اور زود اثر طریقہ یہ ہے کہ مختلف امصار و دیار کے علماء سے ایک فتوےٰ حاصل کیا جائے۔ جس میں شریعتِ حقہ کی رو سے اسراف کو گناہِ عظیم اور اِن شرک و بدعت کی رسموں کو خللِ ایمان کا باعث قرار دیا جائے۔ اور اہلِ بیتِ اطہار کی شادی و غمی کا حال بیان کر کے اوّلین اسلامی سادگی کے احیاء پر زور دیا جائے۔ پھر ہر شہر اور ہر گاؤں میں ایک ریفارمر خاتون مجلسِ وعظ مرتب کر کے یہ فتوےٰ حاضرات کو سُنائے۔ اور حتے الوسع پُر اثر پیرائے میں ترکِ رسومِ ناجائز کی درخواست کرے اور ہر بی بی کی اس کی قسم لیکر ایک محضر پر دستخط یا انگوٹھے کا نشان ثبت کرائے۔

لیکن یاد رہے کہ اِس تقریب میں اصلاح یا نئی روشنی کا لفظ بھی مُنھ سے نہ نکالا جائے کیونکہ قدامت پسند طبائع صرف حجتِ شرعی سے ہی مغلوب ہو سکتی ہیں۔ لیکن خوشی کو بارونق بنانے اور غمی میں اظہارِ ہمدردی کا رواج برقرار رکھنے کے لیے چند سادہ مہذب اور قلیل التعداد رسوم کا قیام ضروری ہے جن کا فیصلہ اخبارات میں بحث اُٹھا کر کیا جاسکتا ہے۔

(۴) زن و شو کی موانست کے لیے انتخابِ زوج کے وقت دونوں کی ہمخیالی و ہم مزاجی کا لحاظ اشد ضروری ہے اور اِس سے بھی مقدم یہ امر ہے کہ نسبت سے پیشتر دولھا دُلھن سے اُن کی بے تکلف دوستوں کے ذریعہ استمزاج کیا جائے۔ نارضامندی کی شادی مذہبًا ناجائز ہونے کے علاوہ دُنیا میں خانہ بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

شادی کے بعد موافقتِ زوجین کا تیر بہدف نسخہ یہ ہے کہ

زوجہ اپنے مجازی خداوند کی اطاعت و رضا جوئی میں اپنی ہستی کو فنا کردے۔ اور شوہر اپنی رفیقِ حیات کے خوش رکھنے پر اپنی زندگی وقف کردے۔ یہ اپنے تئیں کنیز سمجھے اور وہ اسے برابر کی شریکِ زندگی*

عورتیں تو سب کی سب بلا استثناء شوہر کے رُتبۂ اعلیٰ سے کماحقہٗ واقف ہیں۔ مگر جب تک مرد مستورات کے تمام حقوق کو نظرانداز کرکے ان کی نسبت اہانت آمیز خیالات رکھینگے۔ اور جبتک عورت ذات کے مرعوب کرنے کا جنون، خبط، سودا ان کے دماغ سے نہ نکلے گا یہ بیل منڈھے نہ چڑھیگی*

وہ ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کے رسول (روحی فداہ) کا سلوک اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ کِس قسم کا تھا؟

نسبت خود بسگت کردہ،م و منفعلم زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

(۵) عورتوں کی مظلومی کا خاتمہ صرف مردوں کی ہمّتِ مردانہ سے ہو سکتا ہے۔ ان کی سوسائٹی کو چاہیئے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی پر ناروا سختی کرے تو وہ اطلاع پاتے ہی تمام تعلّقات اُس سے منقطع کرلے۔ اور ہمیشہ اُس ذلیل شخص کو نظرِ استحقار سے دیکھے۔ ہاں یہ کام ہمارا ہے کہ اُس مظلومہ کے مصائب کو اخبارات کے ذریعہ پبلک میں لاکر حقیقت کے چہرے سے نقاب اُٹھائیں*

(۶) پردے میں ترمیم لابدّی امر ہے۔ زمانہ کی رفتار کبھی مروّجہ پردے کو دیر تک جاری نہ رہنے دیگی اِس نہایت مصلحت آمیز رسم کی بقاءِ دوام اِسی پر منحصر ہے۔ کہ بلا توقفِ مزید ضروریاتِ زمانہ کے حسب حال اصلاحات عمل میں لائی جائیں۔ اور ان قیود کو جنکا وجود نہایت

وحشیانہ ظلم اور بدنامی اسلام کا باعث ہے۔ فوراً توڑ دیا جائے ؛

اگر ہمنے پردہ کی مخالف پارٹی کے زور پکڑنے سے قبل ضروری اصلاح کرلی تو ترک خواتین کی طرح آبرو و ستر اور حجاب ہمیشہ ہمارے لیے سرمایۂ نازش و وقار رہینگی۔ ورنہ دوسری صورت میں مصری عورتوں کی طرح ہندوستانی بہنیں بھی تماشا گاہوں اور شاہراہوں میں بناؤ سنگار کئے نظر آیا کرینگی۔ پردہ کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا۔ رَبَّنَا تَوَفَّنَا قَبْلَ ھٰذَا الزَّمَان۔ بیبیاں گھر والی ہیں انہیں گھر ہی میں رہنا چاہیئے۔ لیکن عندالضرورت پورے ستر و حجاب کے ساتھ برقع پوش ہوکر باہر قدم رکھنے کو بھی شرک و کفر نہ سمجھنا چاہیئے

ہمارے کامل و اکمل مذہب نے حجابِ نسواں کی جو حدود قائم کی ہیں وہ نہایت مناسب اور ناقابلِ ترمیم ہیں۔ ہم کو ان سے نہ ایک انچ پیچھے ہٹنا چاہیئے نہ آگے بڑھنا ؛

(۷) ہم مسلمان ہیں۔ ہم ایک بہترین تہذیب، ایک مکمّل ترین نظامِ تمدّن کے مالک ہیں۔ ہمارے سامنے ایک وسیع میدانِ ترقی ہے جس میں فلک الافلاک تک پہنچانے والا زینہ لگا ہوا ہے پس ہمارے لیے عار ہے، ننگ ہے، ذلّت ہے، کاسہ لیسی اُن اغیار کی جن کا سفرۂ اقبال خود ہماری دماغی محنت و ہنر کے صدقہ میں خوانِ نعمت بن رہا ہے۔ بیشک ہمیں ترقی کرنی چاہیئے اور ضرور کرنی چاہیئے۔ ہمیں فوراً اوہام پرستی اور پابندیِ رواج سے روگردانی کرکے علوم و فنون کی طرف متوجہ ہونا لازم ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں قومی خصائص اور مذہبی روایات کے نشان ضرور برقرار

رکھنے چاہئیں اگر اپنی جُداگانہ قومی ہستی کو فنا کر کے ہم بالکل اغیار کے رنگ میں رنگ گئے تو نہ ہماری ترقی قومی ترقی رہیگی۔ اور نہ قوم قوم۔

الحاصل ہمارے کاروانِ ترقی کی بانگِ جرس یہ ہونی چاہئے۔ع

اے زِخود رم کردہ! باز آ۔ سوئے خویش

(۸) لڑکیوں کو اسکول میں تعلیم دلانا تعلیمی تحریک کی ایک گرانقدر امداد ہے۔ اور جنہیں گھر پر رکھکر تعلیم دلانے کی استطاعت نہ ہو وہ اپنی لڑکیوں کو بسم اللہ کر کے ضرور مدرسہ میں داخل کرائیں۔ بشرطیکہ اُس مدرسہ کا انتظام تشفی بخش ہو اور منتظم و معلم شریف الطبع اور قابل اعتماد ہوں۔ لیکن مشن اسکول میں لڑکیوں کو داخل کرانے کی رائے میں کسی حال میں نہ دوں گی۔ دونوں ہاتھوں سے سلام ہے۔ اُس تعلیم کو جو مذہبی نقش دلوں سے محو کردے۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔

(۹) تیمارداری کا فن زیادہ تر عورتوں سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ پس انہیں اِس سے نابلدِ محض رکھنا ایک جانستاں غلطی ہے ماں باپ کو چاہئے کہ کتابوں کے ذریعہ لڑکیوں کو اِس فن کی باقاعدہ تعلیم دیں۔ اور گھر کے مریضوں کی نگاہداشت ان کے سپرد کریں اعلےٰ پیمانہ کے زنانہ مدارس کو ٹریننگ کلاس کھولنا چاہیے۔

اتفاقی حوادث کے فوری معالجے۔ تیمارداری اور حفظانِ صحت کے تمام اصول بطور لازمی سبجکٹ کے زنانہ کورس میں داخل ہونے چاہئیں۔

(۱۰) دور دراز رہنے والی بہنیں زنانہ کانفرنس کی شمولیت سے اور باہم سلسلۂ مراسلت جاری کر کے رابطۂ اتحاد قایم کرسکتی ہیں ایک ہر دلعزیز

اور مقبولِ عام زنانہ اخبار اتحادِ نسواں، میں بیش قیمت مدد دیسکتا ہے +

(۱۱) جلسوں کے اسٹیج پر اور اخبارات کے کالموں میں اظہارِ خیالات کی مشق تعلیم کی بہ نسبت تجربہ سے، زیادہ حاصل ہوسکتی ہے +

مہذّب خواتین سے میل جول، -جلسوں کی شرکت- اخبار خوانی مختلف علمی معاملات پر سہیلیوں سے خط وکتابت. روزنامچہ لکھ کر واقعات پر مفصل رائے زنی- سے یہ مقصد بہت اچھی طرح حاصل ہوسکتا ہے -جلسوں کے منتظمین اور اخبارات کے مالکوں کو چاہیئے کہ بہترین مقرر و مضمون نگار کے لیے انعامات مشتہر کیا کریں +

(۱۲) اگر یہ خیال نواز خواب سچا ثابت ہو اور ہندوستان کو واقعی ہوم رول ملجائے تو اس کی بدولت مُلک کو جو ترقیاں نصیب ہونگی اُن کا اثر مَردوں تک ہی محدود نہ رہیگا بلکہ لازمی طور پر نسوانی حالت میں بھی تبدیلی واقع ہوگی اور کیا وجہ کہ جب مَردوں کو سیلف گورنمنٹ کا لقمہ تر ہاتھ لگے تو ہم انکا منہ تکتے رہجائیں؟ ہم بھی ان سے اپنے تمام زنانہ معاملات کے متعلق حریّت تامہ یا بالفاظ دیگر سیلف گورنمنٹ حاصل کر لینگے اور یہی ہمارا منتہائے مقصود ہے +

(۱۳) غریب لڑکیوں کو وظائف دیکر اعلےٰ تعلیم دلانا ذی مقدرت خواتین کا فرض ہے -لیکن لڑکیوں کی تعلیم کی یہ بہترین صورت نہ ہرجگہ میسّر آسکتی ہے نہ اُن کے ماں باپ اپنی لڑکیوں کو دور دراز بھیج سکتے ہیں پس نشر و اشاعت تعلیم کا سب سے مناسب طریقہ یہ ہے کہ حامیانِ نسواں ہر مقام ہر قصبہ، ہر گاؤں، میں چھوٹے پیمانے پر متعدد زنانہ مکاتب کسی شریف معلّمہ یا معلّم کی نگرانی میں کھولیں جہاں لڑکیاں اُردو

فارسی، حساب، دستکاری وغیرہ کی تعلیم حاصل کیا کریں +

(۱۴) جبری تعلیم کے فوائد عظیمہ سے۔ بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ یہ نادر ونایاب چیز لڑکوں لڑکیوں کے لیے یکساں ضروری اور مفید ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے لڑکوں کی جبری تعلیم کا آغاز ہونا چاہیے۔ ورنہ تعلیم یافتہ شوہر نہ ملنے کے سبب لڑکیوں کیلئے علم کا تریاق زہر بن جائیگا +

(۱۵) ہمارے لباس کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے جسکے حل کرنے کو دفتر کے دفتر درکار ہیں مختصراً عرض کرتی ہوں کہ ہمارا قومی لباس نہ ہونا ایک شرمناک کمی ہے۔ اِس کی نوعیت کا فیصلہ بحث مباحثہ کے بعد خواتین کی میجارٹی (غالب تعداد) کرسکتی ہے۔ بہر حال چاہے کوئی لباس ہو۔ اُس میں پانچ امور ملحوظ رہنے چاہئیں۔ قومی امتیاز۔ ستر پوشی آرام دہ ہونا۔ موسمی اثر سے بدن کی حفاظت۔ خوشنمائی۔ ساڑی بلاؤز اور بیٹی کوٹ بہت اچھا اور عام پسند لباس ہے بشرطیکہ ساڑی باندھنے کے طرز یا بلاؤز کی وضع وقطع میں کسی قدر ترمیم کرلی جائے۔ جو مسلمان بہنوں سے مخصوص ہو +

اصلاح شدہ غرارہ (جو چلنے میں ہاتھوں کی آزادی سلب نہیں کرتا) قمیص اور دوپٹہ کے ساتھ اچھا خاصہ لباس ہے +

قومی اجتماع کے علاوہ متفرق مواقع پر ہر قسم کا لباس پہننے کی آزادی بحال رہنی چاہیے۔ کیونکہ جلسوں اور پارٹیوں میں ملبوسات کی رنگا رنگی چشم تماشا بیں کے سامنے ایک نہایت دلفریب منظر پیش کرتی ہے +

(۱۶) گھر کی صفائی اپنی اور اپنے زیر اثر نفوس کے جسم ولباس کی

صفائی کھانے پینے اور ہر کام میں انضباطِ اوقات محنت اور آرام کی اپنے اپنے وقت پر پابندی - صبح و شام خانہ باغ بالاخانہ یا صحن میں ہواخوری - حفظِ صحت کے موٹے موٹے اصول ہیں - تیمار داری اور پرورشِ اطفال کے متعلق واقفیت حاصل کرنا بھی ضروریاتِ حیات میں داخل ہے ؕ

ان تمام امور کی پابندی خود بھی لازم ہے اور دوسروں کو بھی پُر اثر طور سے آمادہ کرنا چاہیے والسلام خیر الاختتام ؕ

# دوسرا جواب

## از اہلیہ صاحبہ جناب نواب محمد اسمٰعیل خانصاحب بیرسٹر خلف جناب نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب مرحوم سابق آنریری سکرٹری علیگڑھ کالج

(۱) والدین کو چاہیئے کہ ابتدا ہی سے اپنے بچّوں کو مذہب کی باتیں سکھائیں اور اس کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کریں - مذہب کی خوبیاں اُن کے ذہن نشیں کرائیں اور خود اچھے اچھے عمل کر کے اُنہیں اچھی تربیت دیں کیونکہ بغیر عمل کیے ہوئے صرف زبان سے کہدینا اتنا اثر پذیر نہیں ہوتا جتنا کہ بچّے اپنے والدین کے طرزِ عمل کو دیکھکر سیکھ سکتے ہیں - بچّوں کے سامنے اپنے بزرگوں کی مثالیں پیش کریں

اور اپنے اسلاف کے مذہبی کارنامے اُن کو بتائیں جنھوں نے مذہب کے لیے اپنی جانیں نثار کردیں یہ اخلاقی سبق بہتر ہے کہ قصے اور کہانیوں کے پیرایے میں بچوں کو دیے جائیں۔ دلچسپی پیدا کرنیکا بچوں میں یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ بچپن میں جو باتیں سکھائی جاتی ہیں اُن کا ہمیشہ اثر رہتا ہے اسلیے ابتدائی تربیت جو کہ بچے کو اپنے والدین سے حاصل ہوتی ہے اُس کا بہت ہی خیال رکھا جائے۔ بچوں کو پیار و محبت سے مذہب کی رغبت دلائیں اِن معاملات میں جبر اچھا نہیں کیونکہ جس چیز کے لیے جبر کیا جائے اُس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے۔ اِس لیے جہاں تک ممکن ہو نرمی سے کام لیا جائے اور موقع موقع سے تنبیہ کیا کریں ٭

(۲) میرے خیال میں بہتر طریقہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا یہ ہے کہ والدین کی زیرِ نگرانی گھر ہی پر تعلیم دی جائے، ہوشیار اُستانی رکھکر پڑھوایا جائے۔ قرآن شریف کے ساتھ ہی ساتھ مسئلے مسائل کی کتابیں پڑھوائی جائیں اور اسکے بعد اَور تعلیم مثلاً اُردو فارسی انگریزی پڑھائی جائے کیونکہ اِس کی بھی آجکل سخت ضرورت ہے ٭

(۳) اِس کے لیے ضروری ہے کہ قوم کے سر برآوردہ لوگ فضول رسموں کو ترک کر کے مختصر رسمیں جو شرعاً روا اور ضروری ہیں اُن کو قائم رکھیں اور دوسروں کیلئے اپنی مثال پیش کریں ٭

بہت سی رسمیں ایسی فضول ہیں جن میں روپیہ کے خرچ کے سوا کوئی فائدہ نہیں اور یہ رسمیں اتنی مُدت سے جاری ہیں کہ

یکایک ان کا چھوٹنا مشکل معلوم ہوتا ہے ایسے بھی بہت لوگ ہیں جو ان قبیح رسموں کو بُرا جانتے ہیں لیکن جب خود ان کو کوئی کار کرنا ہوتا ہے تو عورتوں کا بیجا دباؤ اُنہیں بھی مجبور کر دیتا ہے۔ عورتیں ہمیشہ ان رسموں سے خوش ہوتی ہیں اور شادی غمی کے موقع پر اس فضول خرچی کو (اپنی جہالت سے) بہت ضروری سمجھتی ہیں۔ مردوں کو ان کی (دل شکنی نہ کرنے کی) خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے +

ہماری بہنوں کو چاہیئے کہ وہ اِس پر غور کریں کہ یہ فضول خرچی خود ہم ہی کو نقصان پہنچانے والی ہے۔ اگر وہ اپنے دل کو مضبوط کر لیں اور دوسرے نادانوں کے ہنسی اُڑانے کی پرواہ نہ کریں تو بہت جلد یہ فضول اور ناجائز رسمیں ہم مسلمانوں سے چھوٹ سکتی ہیں +

سُنا ہے کہ پنجاب کے اکثر معززین نے ایک قواعد نامہ اِن رسموں وغیرہ کی بابت تیار کیا ہے فضول رسموں کو الگ کر کے صرف مختصر رسمیں قائم رکھی ہیں اگر کوئی آدمی اُن کی برادری کا اس کے خلاف کوئی بات کرے تو لوگ اُس کو بُرا کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ اگر ہر شہر میں رائج ہو جائے تو یقیناً نہایت مفید کارآمد ثابت ہوگا +

یہ رزولیوشن لیڈیز کانفرنس کے موقع پر پیش کیا جائے کیونکہ اُس وقت تمام صوبوں کی اور ہر شہر کی بیبیاں جمع ہوتی ہیں۔ اُس وقت ایک قواعد نامہ بالاتفاق رائے مرتب کیا جائے اور ہر ممبر کانفرنس کا فرض ہو کہ وہ اِس قواعد نامہ پر عمل کرے جس طرح آریہ سماج نے ہندوؤں کی اصلاح اور فضول رسموں کو ترک کرنے

کے لیے قانون بنایا ہے۔ اِسی طرح ہماری کانفرنس کو چاہیئے کہ خواتین کی اصلاح کے لیے کوشش کرے ✤

(۴) یہ سوال ایسا ہے کہ اسکے جواب میں اگر پوری ایک کتاب لکھی جائے تو بھی جواب پورا نہ ہو۔ چند سطروں میں کیا لکھا جا سکتا ہے ✤

سب طبیعتیں یکساں نہیں ہوتیں جنکے لیے ایک ہی طریقہ و تدبیر کارگر ہو۔ لیکن زیادہ تر جو دیکھا گیا ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے نہ یہی ہے کہ میاں بیوی دونوں کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کی خوشی کا خیال رکھیں۔ اور یہ خیال رکھیں کہ تمام عمر دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بسر کرنا ہے۔ چاہے اچھی طرح ہو یا بُری طرح اگر عمدہ برتاؤ آپس میں رہا تو زندگی راحت سے گزریگی ورنہ جیتے جی دوزخ کا مزا آجائیگا۔ بیوی کو چاہیئے کہ میاں کے مزاج کو پہچانے اور اُس کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کرے اور میاں کو چاہیئے کہ بیوی کی محبت کی قدر کرے اور اُس کی دلجوئی کرے۔ اگر کوئی موقعہ ایسا ہو کہ ایک کا مزاج تیزی پر ہو تو دوسرے کو چاہیئے کہ نرمی کا برتاؤ کرے اور عقلمندی سے کام لے تاکہ کشیدگی اور رنجش بڑھنے نہ پائے ہمیشہ محبت اور سُلوک قائم رکھنے میں یہ تدبیر اچھی ثابت ہوئی ہے ✤

(۵) میاں بیوی کا معاملہ ایسا ہے کہ تیسرے آدمی کو اس میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ عورتیں اپنی اِس مظلوم بہن کی مدد بجز نیک مشورے کے اور کسی طرح نہیں کرسکتیں۔ مردوں کے ظلم کرنے کے اکثر دو سبب ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ بعض مرد

ہوتے ہی ہیں سخت مزاج اور سنگ دل، دوسرے اگر اتفاق سے بیوی کا مزاج اُنکے خلاف ہو تو اور بھی خرابی ہوتی ہے *

جن کے شوہر ایسی سخت طبیعت رکھتے ہوں اُن عورتونکو چاہیئے کہ وہ بڑی عقلمندی سے کام لیں اور بظاہر ہر طرح اپنے شوہر کی مرضی کے موافق بن جائیں۔ اِس سے یقیناً اس کا دل نرم ہوگا اور اس کو اپنی بیوی کا خیال اور محبت پیدا ہوگی اُس وقت چاہیئے کہ محبت سے مرد کو اپنے قابو میں لائیں اور نرمی سے اُسکے مزاج کی اصلاح کریں ناک بھوں چڑھا کر یا زبان چلا کر کوئی عورت مرد کو اپنے بس میں نہیں کرسکتی مگر تابعداری اور نرمی ایسا جوہر ہے کہ جو وحشی سے وحشی مرد کو رام کرسکتی ہے *

(۶) موجودہ پردہ میرے خیال میں مُناسب حد پر ہے اور اس میں کسی اصلاح کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ہاں بعض شہروں میں اور بہت سے گھرانوں میں اب بھی بہت سخت پردہ ہے ایسا پردہ جو ہمارے مذہب میں کہیں روا نہیں۔ مثلاً بعض خاندانوں میں اپنی برادری کے سوا کسی دوسرے خاندان کی بیویوں سے ایسا پردہ کیا جاتا ہے جیسا کہ مردوں سے اور بیویاں معمولی عورتوں کے سامنے ہونے کو معیوب سمجھتی ہیں اور یہ کہ عورتوں کے نام خطوط کا جانا بُرا سمجھا جاتا ہے اگر کسی عورت کے نام کوئی عزیز خط لکھے تو اُس کو ایک لفافہ کے اندر رکھکر دوسرا لفافہ اُس کے اوپر اور چڑھایا جاتا ہے اور اُس پر مردانہ پتہ لکھا جاتا ہے تو یہ باتیں بیشک بالکل مہمل اور واہیات ہیں اور اتنی سخت پابندی

کا حکم ہمارے مذہب نے ہمیں نہیں دیا ہے۔ اِس میں ضرور ہی صلاح ہونی چاہیے۔ عورتوں کو اپنی ہمجنس سے بلا تکلف اور بغیر کسی رُکاوٹ کے ملنا چاہیئے۔ اِس سے اخلاق وسیع ہوتے ہیں۔ تحریر کا پردہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اگر یہ سدِ راہ رہا تو عورتیں علمی قابلیت میں ترقی کر ہی نہیں سکتیں*

(۷) قبل اِس کے کہ اِس کا جواب لکھوں میں اپنی بہنوں سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ نئی روشنی کا کیا مقصد ہے۔ بہت سی بہنیں اِس کا مطلب کچھ اور ہی سمجھتی ہیں اُن کا خیال ہے کہ نئی روشنی صرف اِسی کا نام ہے کہ انگریزی چیزوں کا شوق کر لینا اور اپنی تمام قدیمی باتوں کو بُرا سمجھنا۔ تو اسکا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے بلکہ اِس کا جو کچھ مقصد ہے اُسکے بغیر ترقی کرنا آجکل بہت مُشکل ہے نئی روشنی خلافِ عقل باتوں کو بُرا سمجھتی ہے اور اُن باتوں پر عمل کرتی ہے جو سائنس کی رو سے مُفید اور کار آمد ہوتی ہیں۔ ہمارے جو قدیمی دستور جہالت کے ہیں مثلاً گنڈے تعویذ اور ٹوٹکوں پر عقیدہ رکھنا۔ بھوت پریت آسیب کو ماننا فضول اور واہیات رسموں کو رواج دینا، طرح طرح کی نذریں اور نیازیں کرنا۔ میں ان سب کو سخت ناپسند کرتی ہوں اور اس کی بہ نسبت نئی روشنی کو پسند کرتی ہوں۔ اور اگر قدیمی دستور کی پیروی سے مطلب مذہب وغیرہ کی پابندی ہے تو اِس کے خلاف میں کچھ نہیں کہہ سکتی اور کون مسلمان بہن اِس کو پسند کریگی کہ نئی روشنی کے پیچھے اپنے مذہب کو بھول جائے؟

(۸) اگر اسکول اچھے ہوں جہاں پردہ کا کافی انتظام ہو اور پڑھانے والیاں اچھی ہوں، منتظمین شریف بیویاں یا مرد ہوں تو لڑکیوں کو اسکول بھیجنا بُرا نہیں بلکہ اس میں ایک یہ فائدہ ہے کہ لڑکیوں کو اپنی ہم رُتبہ یا اپنے سے کم و زیادہ مرتبہ کی لڑکیوں میں رہکر ہر ایک اچھی اور بُری بات کا احساس پیدا ہوگا اور ہر ایک یہ چاہیگی کہ ہم عادات اور خصائل علم و اخلاق میں کسی سے کم نہ رہجائیں۔ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی علم حاصل کرنے کی ترغیب بڑھیگی اور لڑکیاں اپنے گھروں کی بہ نسبت جلد پڑھ سکیں گی۔ لیکن جہاں ایسے اسکول نہ ہوں وہاں بھیجنے سے بہتر ہے کہ لڑکیاں اپنے گھروں پر تعلیم پائیں مشن اسکول یا ایسے اسکول جہاں پردہ کی پابندی اور اچھا انتظام نہ ہو اکثر لڑکیوں کے خیالات پر بُرا اثر ڈالتے ہیں ✤

(۹) تیمارداری سکھانے کا یہ طریقہ ہو کہ جو نصاب تعلیم لڑکیوں کے لئے مرتب ہو اُس میں ضرور ایسی کتاب بھی شامل کردی جائے جسمیں تیمارداری کے اصول اور ضروری باتیں ڈاکٹری کے متعلق جس کو فرسٹ ریڈر کہتے ہیں درج ہوں اور ہر اسکول میں اس کی پڑھائی ضروری کردی جائے اور جو لڑکیاں گھر میں پڑھیں اُنہیں بھی ایسی کتاب پڑھوائی جائے۔ اِس غرض کے واسطے نہ تو ایسے زنانہ اسکول ہی ہیں اور نہ ایسی لیڈی ڈاکٹر ہیں جو لڑکیوں کو سکھانے کے لیے ہر ایک گھر میں جاسکیں، ڈاکٹری کے کالج ہیں مگر وہاں تو صرف وہ عورتیں ڈاکٹری سیکھتی ہیں جن کو یہ پیشہ کرنا ہوتا ہے۔ ہر ایک مسلمان لڑکی اس کو جب ہی سیکھ سکتی ہے کہ نصاب تعلیم میں ایسی کتاب کو شامل کردیا جائے

(۱۰) باہم میل جول و اتحاد بڑھانے کا صرف یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ زنانہ کانفرنس اور جلسے ہر سال مختلف شہروں میں کیے جائیں اور بیویاں اِس میں شریک ہوں اِسی طرح ہر ایک بیوی ایک وقت میں مختلف شہروں کی بیویوں سے میل جول پیدا کر سکتی ہے الحمدللہ کہ چار سال سے ہماری زنانہ کانفرنس قائم ہو گئی ہے اسکے ذریعہ سے بہت سی بہنیں ایک دوسری سے راہ و رسم پیدا کر چکی ہیں اور اس کا اثر اخلاق میں وسعت دینے کے لیے انشاء اللہ بہت مُفید ہو گا اگر تمام بہنیں اس کا خیال کریں +

(۱۱) اخباروں میں مضامین لکھنا اس طرح غالباً آسان ہو گا کہ بیویاں رسالے اور اخباروں کا کثرت سے مطالعہ کریں اور اسے دیکھکر خود بھی کچھ لکھنے کی ہمت کریں چھوٹے چھوٹے مضامین سے لکھنا شروع کریں کم سے کم اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرنا تو ضرور آہی جائیگا - زنانہ جلسوں میں تقریریں کرنا یہ بغیر کانفرنسوں کی شرکت کے مُشکل ہے - جب بیویاں ایسے جلسوں میں شریک ہونگی اور دیکھیں گی کہ اُنہی جیسی ان کی بہنیں کس صفائی سے تقریریں کرتی ہیں تو ضرور ان کے دل میں بھی کچھ کہنے کا شوق ہو گا دو چار دفعہ جب وہ اس کی کوشش کرینگی پھر یہ بالکل آسان ہو جائیگا کہ وہ تحریر و تقریر میں کسی گھر بند نہ رہیں +

(۱۲) مردوں کو خود مختاری کی حکومت ملنے کے بعد امید تو ہے کہ عورتوں کو بھی کچھ فائدہ پہنچے - لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ فائدہ کس قسم کا ہو گا اور اِس حکومتِ خود مختاری میں انکا کیا حصہ

ہوگا جو عورتیں اس خود مختاری اور آزادی کی خواہشمند ہیں اور ان کے باپ، بھائی اور شوہر بھی چاہتے ہیں کہ ان کو اس آزادی میں اپنا برابر کا شریک بنائیں وہ تو ضرور اس سے فائدہ اُٹھائینگی۔ لیکن بعض ایسی بیویاں بھی ہیں جو کسی جدید آزادی کی خواہاں نہیں ہیں اُن کے لیے اِس حکومتِ خود مختاری سے کوئی فائدہ نہیں۔ تاہم جب وقت آئیگا تو معلوم ہی ہو جائیگا کہ عورتیں کتنا حصہ اِس میں لے سکتی ہیں +

(۱۳) بہتر یہ ہے کہ ہر شہر کے سربرآوردہ لوگ اور خود عورتیں اپنے شہر کی محتاج لڑکیوں کے واسطے ایک امدادی فنڈ قائم کریں جس میں سے وظائف مقرر کر کے محتاج لڑکیوں کو تعلیم دلوائی جائے ہر شہر اپنی نادار لڑکیوں کی تعلیم کا خود ہی بوجھ اُٹھائے۔ یہ تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ ایک شہر کی محتاج لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے دوسرے شہر میں چندہ جمع کیا جائے +

(۱۴) لڑکیوں کے لیے جبریہ تعلیم میرے خیال میں ٹھیک نہیں ہے ہندوستان میں لڑکوں کے واسطے تو یہ حکم جاری ہوا نہیں ہے نہ کہ لڑکیوں کے لیے۔ ابھی اِس کا وقت نہیں آیا ہے کہ جبریہ تعلیم لڑکیوں کو دلوائی جائے +

(۱۵) یہ ایک اچھا نظارہ ہو اگر ایک ہی طرح کا لباس ایک قوم کا نظر آئے لیکن یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ہر ملک و شہر کا مختلف لباس ہمیشہ سے رہا ہے ایک ہی شہر میں ہر گھرانہ کا لباس جُدا جُدا ہے کہیں تنگ پائجامہ پہنتے ہیں کہیں کلی دار فرشی، کہیں ساڑی

کا رواج ہے کہیں کھڑے پائجامہ کا - یہ بڑی دقت ہے کہ اپنے اپنے ہمیشہ کے لباسوں کو ایکدم چھوڑ دیا جائے لیکن کم سے کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیئے کہ قومی جلسوں کے موقع پر ایک طرح کا کوئی لباس تجویز کیا جائے - کلی دار پائجامے مسلمان بیگمات کا قدیمی لباس ہے خوبصورت اور شاندار بھی ہے لیکن چلنے پھرنے اور کام وغیرہ میں حارج ہوتا ہے اور اس کا سنبھالنا دشوار ہوجاتا ہے تنگ پائجامہ گوکہ آرام دہ ہے مگر جلسہ یا مجمع میں بیویوں پر یہ لباس کسی قدر چھچورا معلوم ہوتا ہے - ساڑیوں کو بھی اکثر شہروں میں برُا سمجھتے ہیں گوکہ وہ آرام دہ بھی ہیں اور خوبصورت بھی اور جسم کی پردہ پوش بھی ہیں لیکن شاید اِس خیال سے اِس کو برُا سمجھا جاتا ہے کہ وہ پارسی اور ہندو قوم کی عورتوں کا لباس ہے اِس لیئے بہتر ہے کہ کھڑے پائجامے ایسے جلسوں میں پہنے جائیں دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اور چلنے پھرنے میں بھی آسانی رہتی ہے - علیگڈھ کی اب تقریباً سب بیبیاں اسے پہنتی ہیں - بمبئی میں بھی اِس کا رواج زیادہ ہے یقین ہے کہ دو چار سال میں دہلی لکھنؤ وغیرہ میں بھی اچھی طرح رائج ہوجائیگا +

(۱۶) عورتوں کو چاہیئے کہ چل پھر کر خانہ داری کا کام کریں اِس سے صحت قائم رہتی ہے اور ورزش جو ہر آدمی کی صحت کے لیئے ضروری ہے وہ بھی چلنے پھرنے میں ہوتی رہتی ہے، اشتہا زیادہ ہوتی ہے کھانا ہضم ہوتا ہے - تازہ ہوا سینہ کے اندر جاکر پھیپھڑوں کو صاف کرتی ہے دورانِ خون اچھی طرح ہوتا ہے، جسم مضبوط رہتا ہے

اور وہ بیماریاں جو سستی اور کاہلی کی وجہ سے آدمی کو آئے دن ستاتی رہتی ہیں وہ نہیں ہونے پاتیں +

تازہ ہوا اور دھوپ بھی زندگی کا باعث اور صحت کا سبب ہے جس گھر میں اِن دونوں چیزوں کا اچھی طرح گزر نہ ہو وہاں بھی لوگوں کی صحت بہت ہی خراب رہتی ہے اِس لیے عورتوں کو چاہیے کہ اپنے گھروں میں اس کا خیال رکھیں۔ کمروں کی کھڑکیاں کشادہ بنوائیں اور دن بھر کھُلی رکھیں تاکہ روشنی اور تازہ ہوا اچھی طرح ہر جگہ پہنچ سکے +

حفظانِ صحت کے اصول میں صفائی بھی بہت ضروری چیز ہے اور ہم مسلمانوں میں بہت کم گھر ایسے ہیں جہاں اِس پر کافی توجہ کی جاتی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری بہنیں اِس سے محض ناواقف ہیں کہ صحت کے قائم رکھنے کے لیے کیا کیا باتیں ضروری ہیں اور اِس وجہ سے وہ اِن باتوں کا خیال نہیں رکھتیں خانہ داری اور گھر کے انتظام کے لیے خدا نے عورت کو بنایا ہے۔ عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کو راحت کا نمونہ اور خوشیوں کا مخزن بنائیں۔ اور راحت اور خوشی جب ہی دل کو حاصل ہوتی ہے جب گھر کے ہر فرد کی صحت اچھی ہو۔ صحت بڑی نعمت ہے کسی نے کہا ہے۔ ع

تندرستی ہزار نعمت ہے

اور یہ بالکل صحیح ہے۔ جب طبیعت خراب ہوتی ہے تو کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ صحت قائم رکھنے کے اصول ہر عورت و مرد

کو جاننے چاہئیں۔ صفائی سے مراد صرف جسم ہی کی صفائی نہیں بلکہ گھر کی ہر چیز کو صاف رکھنا چاہیئے۔ باورچی خانہ اور کھانے پکانے کی تمام چیزیں بہت اچھی طرح صاف رکھی جائیں۔ گھر میں کوڑا کرکٹ جابجا پھیلا رہنے سے ہوا خراب ہو جاتی ہے۔ موریاں روز آنہ صاف کرائی جائیں اور غسل خانوں اور پاخانوں میں فنائل چھڑکوایا جائے اِس سے غلاظت کے کیڑے مرجاتے ہیں اور ہوا صاف رہتی ہے غذا جو کھائی جاتی ہے اُس میں بھی خیال رکھا جائے کہ مرغن اور زیادہ مصالحہ کی چیزیں ہاضمہ کو خراب کرنے والی ہوتی ہیں۔ غذا ہمیشہ ہلکی اور زود ہضم کھائی جائے۔ ڈاکٹری کی ابتدائی کتابیں پڑھنے سے بہ آسانی اصولِ حفظانِ صحت معلوم ہو سکتے ہیں اور جب ایسی کتاب لڑکیوں کو پڑھوائی جائے گی تو وہ اچھی طرح اِن تمام باتوں سے واقف ہو جائینگی۔

# تیسرا جواب

## از ممتاز بشیر بیگم صاحبہ زوجہ جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب خلف شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی

(۱)۔ بچوں کی تعلیم کے لیے سب سے پہلے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا ضرور ہے ورنہ جاہل ماں بچوں کو کیا خاک تعلیم دے سکے گی۔ دینی تعلیم ہو یا دنیاوی۔ اور تربیت بچوں کو اپنا عمدہ نمونہ دکھانے ہی سے

ہوسکتی ہے۔ اگر ہم پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں اور ہم اپنے بزرگوں کا پاس ادب کرتے ہیں تو ہمارے بچے بھی ہماری دیکھا دیکھی ہماری تقلید کرینگے یہ نہیں ہوسکتا کہ ماں باپ دینی امور کا استخفاف کریں اور تربیت میں ناقص ہوں اور اُن کے بچے شیطان کے ہاں رحمان پیدا ہوں۔ تعلیمِ دینی کا بڑا ذخیرہ قرآن شریف اور حدیث شریف ہے وہ دونوں عربی زبان میں ہونے سے مشکل۔ لہٰذا انجمن حمایت اسلام لاہور یا علی گڑھ کے دینی رسالے پڑھانے چاہئیں جنمیں کُل ضروری مسائلِ دینیہ موجود ہیں۔ بچوں کو نماز کی سختی سے تاکید کریں کہ نماز رُکنِ دین ہے۔ نماز علاوہ طہارتِ بدنی کے ہر قسم کی بُرائیوں سے روکتی ہے +

تربیت کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ بیجا لاڈ نہ کریں۔ کھلائیں سونے کا نوالہ اور دیکھیں شیر کی نگاہ۔ والدین اور اولاد کا تعلق حاکم و محکوم کا سا ہے جس میں محبت اور شفقت کے ساتھ رعب و ادب کا انضمام ضرور ہے۔ اِن دونوں کے بیچَن بیچَن حالت رہنی چاہئیے کوئی بُری بات بچوں سے سرزد ہو جائے تو مارنا تو بھول کے بھی نہیں بلکہ نرمی اور ملائمت سے سمجھا دینے کا اثر مار سے بھی بہتر ہوتا ہے۔ جو لوگ بات بات پر بچوں کو مارتے توڑتے ہیں اُن کے لیے آئندہ کوئی ذریعہ تنبیہ کا باقی نہیں رہتا اور بچے بے حیا، نڈر اور گستاخ ہو جاتے ہیں +

(۲) لڑکیوں کی تعلیم میں موجودہ پردہ ضرور سدِّ راہ اور ہارج ہے۔ اِس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں پردے کی مخالف ہوں۔ ہرگز نہیں

حالتِ موجودہ میں لڑکیوں کی تعلیم جس کا زمانہ بہت مختصر اور محدود ہے عمدہ عمدہ اور مستند کتابوں کے ذریعے سے ہونی چاہیے۔
لڑکیوں کو پڑھنے لکھنے سے مقدم انتظامِ خانہ داری کو بتمامہ سیکھنا لازم ہے۔ یعنی پکانا رِیندھنا۔ سینا پرونا۔ بچوں کا پالنا۔ اُن کی دیکھ بھال، دوا دارو، تعلیم و تربیت جو بچوں کے لیے مناسب ہی وہی لڑکیوں کے لیے بھی ہے۔

(۳) شادی غمی کی فضول خرچیاں بلا ترویجِ تعلیم کے کم ہونا محال ہیں۔ سرِدست بڑے بڑے شہروں میں ایسی مجلسیں قائم کرنی چاہئیں جس کا ہر ہر ممبر فضول رسموں سے محترز رہنے کا پابند ہو جائے اور رفتہ رفتہ اِس حلقے کو وسعت دی جائے۔ موجودہ حالت میں اگر کوئی فضول رسموں کو ترک کرنا چاہے تو لوگ اُسے ہی بائی کاٹ کردیں گے اور نتیجہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

(۴) میاں کو سب سے بڑا سمجھکر اُس کا ادب و احترام کرنا چاہیئے اُس کی سچی خیر خواہی اور اطاعت اپنا فرضِ عین سمجھیں۔ میاں بیوی میں کسی بات کا دہراؤ اور پردہ نہ رہے۔ اگر احیاناً کوئی بات خلافِ مزاج ہو بھی جائے تو فوراً کہہ سُن کر دل ہلکا کرلیں۔ دل میں بات نہ رکھیں۔ اصول یہ ہے کہ صبح کے روٹھے شام کو مل جائیں اور شام کے بگڑے صبح کو۔

(۵) ظالم مردوں کے ظلم سے نجات پانے یا دوسری بہن کی امداد سے مستفید ہونے کے لیے کوئی عام قاعدہ مقرر نہیں کیا جاسکتا ع
ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

جب مرض کی نوعیت جُدا جُدا ہے تو علاج بھی جُدا جُدا ہے۔ جبتک رُوداد مقدمہ معلوم نہ ہو فیصلہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ بلحاظِ موقع و حالات شخصی عزیز و قریب حق ہمسایہ۔ بڑے بوڑھے سر برآوردہ لوگ جن کی بات کا اثر ہو بیچ بچاؤ کرا دے سکتے ہیں۔ ورنہ یاس و حرماں نصیبی کی گھٹا تو چھائی ہوئی ہے۔ رہی یہ بات کہ دوسری بہنیں ان مظالم سے آگاہ ہو جایا کریں۔ اِس سے نتیجہ؟ اپنا گھُٹنا کھولیے اور آپ ہی مریے لاج ٭

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ بے شک قابلِ اصلاح ہے وہی اور اُتنا ہی پردہ کافی ہے جتنا کہ دیگر ممالک میں مسلمانوں کے ہاں رائج ہے اور وہی شرعی پردہ ہے۔ ہندوستان کا مروجہ پردہ بالکل ضرورت سے زیادہ اور محض رسمی اور ایک طرح کی قید ہی۔ کم سے کم اتنی اصلاح تو ہو کہ عورتیں برقع اوڑھکر وقتِ ضرورت باہر نکل سکیں یا پردے ہی میں کسی سے بات چیت کرلیا کریں ٭

(۷) نہ بالکل نئی روشنی کی دلدادہ ہو جائیں نہ پُرانی لکیر کی فقیر رہیں خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا۔ بیچ کی راس اچھی ہے۔ پُرانی وضع میں جو اچھی باتیں ہیں وہ قائم رکھیں۔ اور نئی وضع کی عمدہ باتیں اختیار کریں۔ کورانہ تقلید اور بالکل فیشن ایبل ہو جانا نقالی میں داخل ہے جو عیب ہے ٭

(۸) سکولوں میں بھیجکر کم عمر لڑکیوں کو تعلیم دلانا اچھا ہے بشرطیکہ مدرسے کی حالت قابلِ اطمینان ہو۔ پردے گوشے اور دیگر تہذیبی

امور اخلاقِ حسنہ - نیک صحبت کا جب تک پورا پورا انتظام نہ ہو لڑکیوں کا گھر سے باہر قدم نکالنا بھی خطرناک ہے +

مشن سکولوں کی تعلیم مسلمانوں کی لڑکیوں کے لیے سمِ قاتل ہے ضرور اُس کا اثر بھولی بھالی ناتجربہ کار لڑکیوں کے دلوں پر ہوتا ہے اور وہ ایسا نقش کالحجر ہو جاتا ہے کہ پھر مٹائے نہیں مِٹتا اور مُدۃ العمر اُس کا پچھتاوا رہتا ہے +

(۹) عورتوں کو نئے اصولِ تیمار داری کی تعلیم مڈیکل سکولوں میں ہو گی - لیکن جو لڑکیاں مدرسے نہ جاتی ہوں یا نہ جا سکتی ہوں وہ ایسی کتابوں کے ذریعے سے جو کثرت سے اِس مضمون پر لکھی جا چُکی ہیں سبق حاصل کر سکتی ہیں +

(۱۰) اِدھر تو پردے کی یہ قید کہ آواز تک نہ سُنائی دے اُدھر آپ اپنے شہر بھی نہیں دوسرے صوبوں کی عورتوں کے میل جول کا سوال کرتی ہیں ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردئی بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

ہم تو گولر کے کیڑے ہیں - گھر کی چار دیواری میں قید - مردوں کے ہاتھ میں ہماری نکیل ہے - ہم تو گھر کی عورت کی شکل سے بھی واقف نہیں - اپنے ہی محلّے کی عورتوں کی آمد و رفت نہیں - اپنے ہی شہر میں ایک کی صورت کو دوسری ترس جاتی ہے - پھر صوبہ کیا معنی؟ اوّل تو یہ ہونا نہیں حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ یعنی جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جاوے - خیر بفرضِ محال اگر ایسا ہو بھی تو کیونکر - ہو تو بذریعہ مُراسلت

ہو سکتا ہے کہ الملتق ب نصف الملاقات یا جب کبھی بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹے یعنی کوئی جلسہ ہو۔ کانفرنس ہو۔ نمایش ہو تو وہاں گھڑی بھر کو کھڑے کھڑے شکل دیکھ لو۔ مل لو۔ مگر ایسا ملنا میل جول کی تعریف میں داخل نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی تصویر یا خواب میں دیکھ لیا۔

(۱۱) اخباروں میں مضامین لکھنا اور جلسوں میں تقریر کرنا۔ جو عورتیں اخبار اور مختلف رسالے پڑھنے کی شوقین ہیں وہ شروع شروع چھوٹے چھوٹے اور بعد کو بڑے بڑے مضامین لکھ سکتی ہیں۔ یہ تو کرتے کی بدیا ہے۔ اسی طرح لکچر اور اسپیچیں پڑھ پڑھ کر جلسوں میں تقریریں سُن سُن کر بتدریج خود تقریر کرنے کا ملکہ حاصل کر سکتی ہیں۔ مشق اور استقامت شرط ہے۔ گاتے گاتے عطائی بھی کلاونت ہو جاتا ہے۔

(۱۲) ہندوستان کی ابھی ایسی حالت ہی نہیں کہ اُسے خود مختار حکومت مل جائے۔ آپ محالات کے متعلق سوال ہی کیوں کرتی ہیں۔ رہیں جھونپڑے میں اور خواب دیکھیں محلوں کا ؎

میں کہاں اور کہاں ہوائے بہشت
ناز کے زیبدم بہ طلعتِ زشت

لو فرضنا اگر خدا نخواستہ ایسا ہو بھی جائے تو مسلمان مرد جو سب میں ہیٹے ہیں وہ تو بس مرلیے۔ تا بہ زناں چہ رسد اب ہی گورنمنٹ میں عورتوں کو کونسا حصہ مل رہا ہے جو ہوم رُول میں ملے گا ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
چو خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(۱۳) غریب اور محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی بالکل قبل از وقت ہے۔ یہاں اعلٰے ہی طبقہ ابھی تک تعلیم سے محروم ہے ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی کہ بر آسماں نیز پرداختی

پہلے بڑے طبقوں کی عورتوں کو تعلیم دلا لیجئے بعدہ غریبوں اور محتاجوں کی باری آئیگی۔ اوّل خویش بعدہٗ درویش۔ سر دست اسکی ضرورت نہیں ٭

(۱۴) مردوں ہی کی جبریہ تعلیم کا مسئلہ منفیٰ بہ نہیں تو عورتیں تو درجۂ دوم میں ہیں۔ عورتوں کی جبری تعلیم کو ایک زمانۂ دراز چاہئے۔ کہ جب نہ ہم رہینگے نہ آپ۔ جبر کا لفظ ہی بُرا ہے خواہ وہ کسی شکل میں ہو جب لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ہے تو لَا اِکْرَاہَ فِی التَّعْلِیْمِ کیوں نہ ہو ٭

(۱۵) ہر قوم اور ہر فرقے کا قومی لباس ضرور ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ میموں کا سایہ اور ہندنیوں کا لہنگا اور پارسنوں اور بنگالنوں کی ساڑی ہم نے اُدھار لے لی ہو۔ ہم مسلمان عورتوں کا قدیم لباس یہ ہے اور یہی بھلا ہے۔ پائجامہ خواہ بڑے پائنچوں کا ہو یا تنگ موہری کا۔ کرتہ اور دوپٹہ۔ اللہ اللہ خیر صلاح ؎

اے ذوقِ تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

(۱۶) پہلے تو حفظانِ صحت کے قواعد اور اصول سے واقفیت حاصل

کرنی چاہیئے اور بعد حصولِ واقفیت اُس پر عمل ۔ گھر کی صفائی بچوں کی صحت کا التزام ۔ مقوی مہمن و زود ہضم غذا ۔ پانی اور ہوا کے صاف کرنے کے طریقے ۔ موسمی بخار سے بچنے کی تدابیر سیدھے سادے آئے دن کے امراض کا ڈاکٹری اور یونانی علاج یہ سب باتیں ہائی جین یعنی حفظانِ صحت کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں لیکن خالی معلوم ہونا کافی نہیں اُس پر عمل کرنا بھی شرط ہے ٭

# چوتھا جواب

## از اہلیہ سید ہمایوں میرزا صاحب بیرسٹر حیدرآباد دکن

(۱) اس سوال میں بچوں کی عمر کی کوئی قید نہیں بتلائی گئی بہرحال چار سال سے سات سال کے بچوں کی دینی تعلیم کا بہترین ذریعہ تو بچہ کی ماں ہے اور طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ کہانیوں اور قصوں کے پیرایہ میں ان کو دینی و اخلاقی تعلیم دی جائے وحدانیت خدا و رسالت و نبوت وغیرہ یعنی اصولِ دین کی تعلیم دی جائے ۔ ساتھ ہی انسانی و قومی ہمدردی شجاعت ، قناعت اور غیرت وغیرہ کی بھی تعلیم دی جائے اب رہی تربیت اس کی اہمیت تعلیم سے بڑھی ہوئی ہے تاکہ بچوں کی اُٹھان درست ہو اور آئندہ معاشرتی پہلو جو انسان کی زندگی کا ہے جس کا تربیت سے تعلق ہے وہ عمدہ ہو ۔ اس کے لیے بھی ماں

ہی موزوں ہے ورنہ کوئی معقول ادیب یا اتالیق ہو - خلاصہ یہ ہے کہ اگر ماں عمدہ تعلیم و تربیت یافتہ ہوگی تو بچے بھی اچھی تعلیم و تربیت پائینگے - دینی اور دنیاوی دونوں - جیسا سانچا ہوگا ویسی چیزیں ڈھلینگی ✦

(۲) لڑکیوں کی تعلیم کا ابتک کوئی نصاب ہی قائم نہیں ہوا ہے کہ کس حد تک اور کس کس چیز کی ان کو تعلیم دی جائے - لڑکیوں کی تعلیم کا بڑا مقصد تو یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے لیے باعث راحت ہوں اور بچوں کو تعلیم و تربیت اچھی دیں - بس ان کی تعلیم و تربیت کا طریقہ تعلیم یافتہ ماؤں سے بہتر کوئی نہیں ہے تاکہ عمدہ عادات و خصائل کا اعلےٰ نمونہ لڑکیوں کے پیش نظر رہے اور اُن سے وہ عملی سبق حاصل کریں حتے الوسع بری صحبت سے بچائیں ✦

(۳) شادی و غمی کے موقعوں پر فضول خرچیوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شہر و قریہ و قصبات وغیرہ میں ایک ایک انجمن قائم کی جائے جسکا مقصد یہ ہو کہ اس کے اراکین اِس بات پر حلف لیں کہ شرعی طریقہ سے یہ رسمیں ادا کی جائیں - اراکین خود سختی کے ساتھ اسپر عمل پیرا ہوں ان کی دیکھا دیکھی غیر اراکین بھی اس پر کاربند ہونے لگیں گے رفتہ رفتہ وہی طریقہ تمام ملک میں پھیل جائیگا ✦

شادی بیاہ کی تقریبوں میں بعوض زیورات کے اور ساچق و مہندی وغیرہ میں جو اخراجات ہوتے ہیں لڑکی کو زرِ نقد یا کوئی معقول جائداد دی جائے تو بہت انسب ہے ✦

(۴) میاں بیوی میں سلوک جب ہی قائم رہ سکتا ہے جبکہ دونوں

ہم مذاق وہمخیال ہوں اور اس امر کا اندازہ قبل شادی کے کرلینا موجودہ طرزِ معاشرت میں ناممکن ہے اگر بیوی کی ماں نے اُسے اچھی تربیت دی ہے اور خالق نے مُدبّر دماغ بھی اُسے دیا ہے تو شوہر اگر بدمزاج بھی ہے تو گھر میں امن قائم رہیگا اور شوہر کو اپنے ڈھرے پر بیوی لے آئیگی اور اس صورت میں فریقین کا باہمی سلوک اچھا رہیگا *

(۵) جو مرد بالطبع ظالم ہیں اور اپنی بیوی پر ظلم کرنا اپنا شیوہ قرار دے رکھا ہے اُن کی بدنصیب بیویوں کو اُن کی کوئی ہمجنس بہن مدد نہیں دے سکتی کیونکہ شوہر کے اختیارات شرعی وقانونی بہت وسیع ہیں *

(۶) ہندوستان کا مروّجہ پردہ بیشک قابلِ اصلاح ہے۔ اصلاح شرعی حد تک ہونی چاہیئے *

(۷) بلحاظ خذ ما صفا دَعْ ما کدر نئی روشنی کی بھی تقلید کرنی چاہیئے۔ اور پُرانے دستور کی بھی *

(۸) اچھا ہے *

(۹) تعلیم یافتہ نرس سے دلوائی جائے *

(۱۰) کانفرنسوں کے ذریعہ سے *

(۱۱) درحقیقت صرف سکھانے سے یہ چیز نہیں آتی ہے۔ بلکہ کچھ تو فطرتاً مادّہ ہونا چاہئیے اور من بعد قوتِ مشاہدہ وآخذہ ہونی درکار ہے۔ بہرحال عورتوں کے باپ بھائی یا شوہر ان سے تقاریر ومضامین لکھواکر اصلاح دیا کریں اس کے بعد

رسالوں میں بھیجے اور تقریریں زبانی یاد کرائی جائیں۔ پھر وہ جلسوں میں اسپیچیں دیں رفتہ رفتہ مشق ہو جائیگی +

(۱۲) اگر حکومتِ خود مختاری مل گئی تو عورتوں کو بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں +

(۱۳) محتاج لڑکیوں کی تعلیم کے لیے یہ انتظام ہونا چاہیے کہ متموّل بیبیاں جا بجا مدرسے کھولیں اور محتاج لڑکیوں سے فیس مطلق نہ لیں بلکہ بعض کے لیے بورڈنگ مقرر کریں +

(۱۴) چھ سے بارہ سال تک کی لڑکیوں کو جبریہ تعلیم ہونی چاہیے پھر اُن کو خود تحصیلِ علم کا مذاق پیدا ہو جائیگا +

(۱۵) یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ مسلمان عورتوں کے قومی لباس سے کہاں کی مسلمان عورتیں مُراد ہیں۔ بلحاظِ مشرقی و مذہبی خیالِ قوم تمام دُنیا کے مسلمان ایک قوم ہیں اِس اعتبار سے یہ ناممکن ہے کہ عورتوں کا قومی لباس ایک ہو البتہ بلحاظ مغربی خیالِ قوم جسکا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ زمین سے ہے تو اس اعتبار سے ہند کے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو و پارسی وغیرہ ملاکر ہند کی ایک قوم بنتی ہے جسے انڈیا کی عورتوں کا قومی لباس کہہ سکتے ہیں۔ مگر ایک ہونا ناممکن ہے۔ اگر اِس سوال سے یہ مطلب ہے کہ ہند کی مسلمان مستورات کا لباس یکساں ہو تو یہ ممکن ہے کہ ساڑی اور جیکٹ کل مستورات کا لباس ہو +

(۱۶) اوّل تو حفظانِ صحت کے اصول کی تعلیم لڑکیوں کو دینی چاہیے تاکہ وہ گھروں کو صاف ستھرا رکھیں۔ اپنے اور بچوں کے نہانے

اور کپڑوں کے بدلنے کا انتظام رکھیں۔ گھر میں کہیں پانی نہ جمنے دیں تاکہ مچھر نہ پیدا ہوں جس سے ملیریا کا خوف ہے۔ ازیں قبیل بہت سی ہدایتیں ہیں ۔

# پانچواں جواب

## از۔ا۔ح صاحبہ ساکن بھنڈارہ سی۔پی

(۱) بچوں کی دینی تعلیم دینے کے کئی ایک ذرائع ہیں۔ مگر خاص ذریعہ میری دانست میں والدین سے بڑھکر کوئی نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی ماں، دادی یا کوئی بڑی بوڑھی اُن کے بہلانے کے لیے چھوٹی چھوٹی کہانیاں کہا کرتی ہیں۔ اگر ان اچڑا چڑی یا چوہا چوہی کی کہانیوں کے عوض خدا و رسول کی باتیں بتائیں تو کس قدر فائدہ ہو۔ ایک تو بڑا فائدہ یہ ہو کہ ان کو چھٹ پن ہی میں اس طرف رغبت ہو جائیگی۔ اور جو کچھ اوائل عمری میں دلنشین ہو جاتا ہے اُسکا اثر بہت پختہ ہوتا ہے اور اس کا دل سے نکلنا دُشوار ہی نہیں بلکہ ناممکنات سے ہو جاتا ہے۔ علاوہ اِس کے بچوں کو شوق بھی ہو جاتا ہے اور جوں جوں وہ بڑھتے ہیں اُنہیں اس کی چھان بین کرنیکی فکر ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ اور اشد ضروری یہ ہے کہ خاص خاص اور ضروری دینی مسائل اخذ کیے جائیں اور چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں چھاپے جائیں۔ مگر اس کا لحاظ رہے کہ قیمت بھی

کم یعنی دو پیسے چار پیسے ہوں اور اُردو بھی سلیس ہو تاکہ عوام کی استعداد سے باہر بھی نہوں اور بآسانی سمجھ میں بھی آسکیں۔ اور ہر صوبہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں تقسیم کرنے کا انتظام بھی کیا جائے ✣

(۲) لڑکیوں کی تعلیم کے لیے زنانہ مدرسہ (گرلس اسکول) ہونا چاہیئے اور یہ انتظام ہر جگہ ہونا غیر ممکن ہے۔ اس لیے اگر ممکن ہو تو ایک کمیٹی ایسی قائم کی جائے کہ جو اتفاق رائے سے کچھ کتابیں مقرر کرے جو ہر طرح کار آمد ہوں۔ جس سے عقل بڑھے۔ اپنے فائدہ اور نقصان کا خیال ہو۔ خانہ داری کی تعلیم بھی مدِ نظر ہو۔ دین بھی پختہ ہو اخلاق بھی حاصل ہو۔ کفایت شعاری کی بھی تربیت ہو۔ اتحاد۔ اتفاق اور اُخوت کی خوبیاں بھی بتلائی جائیں۔ بزرگوں کے مراتب کے طریقے درج ہوں۔ علاوہ ان باتوں کے جو کچھ بھی تعلیم ہو وہ عمدہ اور مُفید ہو۔ کتابوں کا انتخاب ہونے پر بذریعہ اخبارات یا نوٹش کے اطلاعِ عام دی جائے۔ اگر ممکن ہو تو امتحان کا کوئی انتظام کیا جائے جس سے اِس عمل درآمد کا فائدہ بھی ظاہر ہو اور ضرورت کے موافق اِس میں تبدیلی اور ترقی کی کوشش کی جائے۔ اور تمام گرلس اسکول کے کارکنان سے بھی استدعا کی جائے کہ وہ حسبِ منشائے کمیٹی تعلیم کا انتظام کریں ✣

(۳) اولاً بیان کردہ فضول خرچی کم کرنے کیلیے تعلیمِ نسواں کو ترقی دی جائے اور جب وہ اس کے نتائج پر نظر کریں گی اور نقصانات سمجھنے کے لائق ہو جائینگی تو خود بخود فضول خرچیوں کو چھوڑ دینگی۔ اور وہ چند جو تعلیم سے بے بہرا بچ جائینگی وہ دیکھا دیکھی ترک کر دینگی

دوم ایسی فضول خرچیاں محض نا سمجھ عورتوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اِس لیے مردوں کو چاہیے کہ وہ خود خواہ سمجھا بجھا کر خواہ منت و سماجت کر کے یا زور و تعدی - جبر و زبردستی سے اِس کے روکنے کی کوشش کریں اور اسمیں مطلق کوتاہی و لاپروائی نہ کریں۔

(۴) جب تک یہ بات جانبین سے نہو ایک امر محال ہے - اور ایسا ہونے کے لیے دونوں کو اپنے اپنے حقوق سے خاطر خواہ واقفیت ہونی چاہیئے - اکثر کتابوں کے دیکھنے سے اور خاصکر سچے واقعات کے قصے پڑھنے سے اور چند در چند چشم دید حالات کے تجربہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کسی حد تک والدین کا بھی قصور ہوتا ہے - اِس اہم و نازک معاملے میں انہیں اپنی ہی خوشی کا لحاظ نہ رکھنا چاہیئے بلکہ جن کو اِس معاملہ میں خاص تعلق ہوتا ہے اُن کی آرزو و خواہش کو بھی گہری نظر سے دیکھ لینا چاہیئے - اگر اِس معاملہ میں اصول محمدی کو پورے طور سے کام میں لائیں تو تمام بُرائیوں کی کافی تلافی ہو سکتی ہے۔

(۶) موجودہ پردہ ضرور قابلِ اصلاح ہے مگر اصلاح بھی اُسی حد تک ہونی چاہیئے جو کہ ہندوستان کے موجودہ زمانہ کے لحاظ سے کافی ہو - یہانتک کہ مانند ٹرکی و مصر وغیرہ کے برقع اوڑھکر بازار کا سودا سُلف کرنا بھی قابلِ اعتراض ہی نہیں بلکہ بہت خطرناک ہے وہ عورتیں جنکے دماغ میں ولایتی آزادی کی ہوا سرایت کر جاتی ہے نہایت بیباک ہو جاتی ہیں اور اس قدر حد سے گزرتی ہیں کہ برقع

نوٹ - اِن ہمشیرہ معظمہ نے سوال نمبر ۵ کا کوئی جواب تحریر نہیں کیا + ۱۲

کو بھی خیر باد کہدیتی ہیں اور آزادی سے مَردوں اور مرد بھی بالکل غیر اور بیگانوں کے ساتھ پارٹی وغیرہ میں شرکت کرتی ہیں اس سے تو بہتر میری رائے ناقص میں یہ آتا ہے کہ کوئی باغ یا پارک ایسا بنایا جائے کہ جہاں پردہ کا خاطرخواہ انتظام ہو اور عورتیں آپس میں ایک دوسری سے ملیں جُلیں اور اتحاد و اتفاق بڑہائیں کسی فائدہ مند بات پر بحث ہو۔ قوم کی ترقی و بہبودی کی صلاح کریں بچوں کی تعلیم کے بارے میں فکر کریں۔ اگر چھوٹا سا کتب خانہ بھی ہو تو بہت مفید ثابت ہوگا۔ میرے خیال سے شاید اکثر بڑے مقامات میں اِس کا انتظام بھی ہو چکا ہے۔ اگر ہر جگہ ایسا ہو تو بہت بہتر ہے *

(۷) نئی روشنی کی تقلید تو ضرور کرنی چاہیئے مگر اندھا دُھند آنکھ بند کرکے نہیں بلکہ سوچ سمجھکر۔ اور جو مُفید و کار آمد باتیں ہیں اُن کو ترقی دینی چاہیئے۔ ایسا کرنا بیجا نہیں ہے بلکہ نہ کرنے میں قباحت ہے۔ دنیا میں ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔ ہوتا بھی ہے اور ہوتا رہیگا۔ اِس پر کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ع

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

مگر صرف اسی ترقی کی اُدھیڑ بُن میں اپنے قدیمی دستور بالکل نہیں چھوڑنے چاہئیں۔ اِن میں بھی مقولۂ بالا کے موافق فائدہ ہونا چاہیئے یعنی مفید باتوں کی ضرور پیروی کی جائے *

(۸) لڑکیوں کو اسکولوں میں بھیجکر تعلیم دینی بہت عمدہ بات ہے مگر صرف گرلس اسکولوں میں جہاں پردے کا کافی انتظام ہو۔

اسکول میں تعلیم اُن کی نوعمری ہی تک دینی چاہیئے تاکہ اُن کی تعلیم کی جڑ پختہ ہو جائے اور تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے جس سے وہ وقت کو بیفائدہ تعلیم میں بے ترتیبی سے برباد نہ کرنے پائیں۔ اگر ان کے لیے اسکول بھیجنے کا اچھا خاصہ انتظام ہو تو آگے اور تعلیم دینا بھی بہت اچھا ہے۔ اِسی طریقہ سے اَن پڑھ عورتوں کو بھی اگر تعلیم دی جائے تو خالی از فائدہ نہیں۔ اسکول کی تعلیم بہت پُختہ اور مفید ہوتی ہے ✣

(۹) اسکول کے نصاب تعلیم میں نئے اصول کا بھی انتظام ضرور کرنا چاہیئے۔ مگر اس سے تو اسکول ہی کی پڑھنے والیوں کا فائدہ ہوگا۔ اِس لیے دوسروں کے فائدے کے لئے اسکے بھی چند رسالے چھپوانے چاہئیں اور جس طرح دینی تعلیم وغیرہ کا انتظام کیا جائے اُسی میں اِسے بھی شامل کرنا بہتر ہوگا۔ اور تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہیئے کہ اِن اصولوں سے ناآشنا نہ رہیں اور ملاقات کے موقع پر بات بات میں اس کی تلقین کریں اور اِس کے فوائد بتلائیں۔ ہندوستان کی عورتوں میں یہ بڑی زبردست قباحت ہے کہ ملاقات کے وقت فضول بکواس اور بے سود و بے فائدہ باتیں بگھارتی ہیں اور مفید و کار آمد گفتگو کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتیں ✣

(۱۰) مختلف صوبوں کی عورتوں کے میل جول کے طریقہ کو توفی الحال موقع ہی کے لیے اُٹھا رکھنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں کئی رُکاوٹیں ہیں، اگر کوشش کی جائے تو ممکن بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے تو با توفیق

عورتوں کو چاہیئے کہ وہ موقع سے دیگر صوبجات میں دورہ کریں اور اُن صوبجات کی متموّل عورتیں ان کی اچھی طرح مدد کریں اور مہانداری میں کوتاہی نہ کریں۔ علاوہ اس کے اِنہیں تمام شہر کی عورتوں سے ملانے کی کوشش کریں۔ دوسرا طریقہ شادی بیاہ کا ہوسکتا ہے۔ گو یہ طریقہ شروع ہو گیا تاہم رفتار سُست ہے۔ اگر اتحاد ہی کو لیجیئے تو بہت آسانی سے معاملہ طے ہوسکتا ہے۔ باقاعدہ خط و کتابت ہی ایسی چیز ہے جس سے اتحاد پیدا ہوسکتا ہے۔ اِس کے ذریعہ سے باہمی مدد بھی مل سکتی ہے مثلاً کسی کو کوئی چیز سیکھنی منظور ہے اور وہ اُسے نہیں آتی اور نہ کوئی اُسے وہاں سکھانے کے قابل ہے تو اخبار کے ذریعہ سے جاننے والی کا پتہ دریافت کر کے باہم خط و کتابت جاری کردیں اور کام پورا ہونے پر بھی سلسلہ کو نہ توڑیں۔ اور دونوں طرف سے اپنی رشتہ داروں اور سہیلیوں سے بھی بذریعۂ خط و کتابت انٹر ڈیوس (ملاقات) کرائیں تو باہم اتحاد ضرور بڑھیگا۔

(۱۱) یہ باتیں تو عادت پر موقوف ہیں اِس لیے ان کی عادت شروع ہی سے ڈالنی چاہیئے۔ یعنی جب کسی چیز کا سبق دیا جائے تو سبق دینے والے کو خیال رکھنا چاہیئے کہ سبق یاد ہونے کے بعد اُس سے سبق کا ماحصل یا نتیجہ زبانی یا تحریراً پوچھ لے۔ اسکی اگر مشق ہو گئی تو بہت مفید ثابت ہو گا۔ اگر ہوسکے تو ایسا کرنا چاہیئے کہ شہر میں مہینہ میں ایک یا دو مرتبہ ایسی پردہ پارٹی ہونی چاہیئے جس میں کچھ بحث مباحثے ہوں۔ اگر ہرج نہ ہو تو پہلے ہی سے

کوئی سبجکٹ منتخب کر دیا جائے مُشاعرے کے لیے طرح دے دی جاتی ہے۔ اور اس کی تحریراً یا تقریراً تیاری کر کے مباحثہ کریں ۔

(۱۲) اگر ہندوستان کو خودمختاری حکومت مل جائے تو میرے خیال سے عورتوں کے حصہ میں کچھ بھی ملنے کی اُمید نظر نہیں آتی۔ اور اُنہیں خود بذاتہ کوئی فائدہ کی توقع نہیں۔ اگر وہ اپنے ملکی برادروں کے فائدوں کو اپنا فائدہ سمجھیں تو ممکن ہے کہ ضرور نفع اُٹھائیں مگر میں یہ کہے بغیر نہیں رہونگی کہ البتہ عورتیں اتنا کر سکتی ہیں کہ اخباروں کے ذریعہ اپنی رائیں ظاہر کریں۔ یہ غیر ممکن ہے کہ ہر ایک عورت کوڑ مغز ہی ہو۔ کچھ تو ایسا دماغ پاتی ہیں کہ مردوں پر بھی سبقت لیجاتی ہیں اور ان کی رائیں بہت ہی انسب ہوتی ہیں۔ اس لیے ضرور عورتوں کو اپنی رائیں آزادی کے ساتھ اخباروں میں شائع کرنی چاہئیں۔ اغلب ہے کہ کوئی بات بہت مفید نکل آئے اور اُس سے ملک کو بے انتہا فائدہ پہنچے۔ اور یہی حصّہ انہیں ملنا بھی چاہیئے نہ کہ ولایت کی حقوق طلب عورتوں کے مانند فضول لڑیں اور ملک کے امن میں خرابی پیدا کریں ۔

(۱۳) غریب بچّوں کی تعلیم کے لیے تو پُرانا طریقہ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی محلہ کی تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہیئے کہ فرصت کے وقت لڑکیوں کو جمع کر کے انہیں عمدہ تعلیم دیں۔ اور لاپروائی سے ٹالم ٹول نہ کریں بلکہ جانفشانی و کوشش سے اس طرف توجّہ دلائیں۔ اور جہاں اسکول کا انتظام ہو وہاں

غریب بچوں کو مُفت تعلیم دینی چاہیئے۔ اور جو بہت ہی غریب ہوں اُن کی چندہ اور کپڑے وغیرہ سے بھی مدد کریں تاکہ انکا حوصلہ بڑھے اور اس طرف رغبت بھی ہو۔ ایسے بچوں کو علاوہ علم کے دستکاری سینا پرونا بہت سختی سے سکھایا جائے تاکہ اُنھیں اس سے مدد ملے۔ اس سے دوسرے غریب جو تعلیم کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں اور لاحاصل سمجھتے ہیں توجہ کرنے لگیں گے۔ اگر اسکول کے ہونے پر محلہ کا بھی انتظام رہے تو کوئی بُرائی نہیں بلکہ دونا فائدہ ہے۔

(۱۴) عورتوں کو فی زمانہ جبریہ تعلیم دینی چاہیئے۔ اگر ممکن ہو تو عمر رسیدہ کو بھی تعلیم دی جائے تو ہرج نہیں۔ ہر طرح کا فائدہ ہی ہے۔ عمر رسیدہ سے میری مُراد یہ نہیں کہ ایسی عمر رسیدہ کہ جو قبر ہی میں پیر لٹکائے بیٹھی ہو۔

(۱۵) قومی لباس کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ بڑی بڑی قوموں کو دیکھئے کہ اُن کا کوئی نہ کوئی لباس ضرور مقرر ہے۔ اور واقعی امر یہ ہے کہ اس سے قوم کی شان اور بزرگی معلوم ہوتی ہے یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر ایک ہی شہر کی چند عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں تو ایک کا لباس دوسری سے بالکل نہیں ملتا اور اِس قدر فرق ہو جاتا ہے کہ معلوم ہو کہ علیحدہ علیحدہ ممالک کی عورتیں ہیں برخلاف اِس کے پارسیوں ہی کو دیکھیے۔ اگر کلکتہ کی ایک پارسی عورت بمبئی والی سے یا کشمیر کی کسی میسور والی پارسی عورت سے ملے تو خیال ہوتا ہے کہ دونوں بہنیں ہونگی اور مدت تک

ایک ہی جگہ رہی ہونگی کیونکہ وہ طرز میں، انداز میں، گفتار میں رفتار میں، کھانے میں، پینے میں، بیٹھنے میں، اُٹھنے میں، گویا ہر بات میں اِس قدر ملتی جلتی ہیں کہ ایک کو دوسری سے جُدا سمجھنا سراسر ناانصافی ہے۔ اور لباس کس قطع اور کس ڈھنگ کا ہونا چاہیئے یہ اتفاق رائے پر رکھنا چاہیئے ✦

(۱۶) حفظانِ صحت میں عورتوں پر بہت ذمہ داری ہے اسکے لیے عورتوں کو پہلے تو مکان کی صفائی کا بہت خیال ہونا چاہیئے جو عورت مکان کی صفائی کا خیال رکھیگی میرے تجربہ سے ممکن ہے کہ ہر ایک چیز کی صفائی کا خیال ہو۔ بشرطیکہ وہ بذاتِ خود اُس میں دلچسپی لے اور نوکر یا نوکرنیوں کے بھروسے پر نہ چھوڑدیں اور اسی طرح اپنے جسم اور کپڑوں کی صفائی، بچوں کا خیال، کھانے پینے میں اعتدال کرنے کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے ✦

# چھٹا جواب

## از۔ ک۔ ف صاحبہ ساکن رسول پور عظیم آباد

(۱) ماں باپ کو لازم ہے کہ ہمیشہ متفق الخیال رہیں اور پہلے اپنے آپ کو مذہبی رنگ میں ڈبوئیں اور جب بچہ بولنا سیکھے تو پہلے اُسے خدا کے نام اور اُس کی بخششوں کی ذریعے بتائیں۔ نبیوں اور حضرت رسولِ خدا کے اسمائے گرامی اور اُن کے حالات سے آگاہ

کریں۔ بے سر و پا کہانیوں کے بجائے اماموں اور اولیا اللہ کے قصے اور اخلاق و آداب کی باتیں سُنائیں۔ اور مذہب کی موٹی موٹی باتوں سے واقف کریں۔

(۳) مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کے قائم کردہ نصاب توسیع تعلیم نسواں سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ بالفعل نہیں ہے۔ میری سب بہنیں عموماً اور تہذیبی خالائیں خصوصاً حلف اُٹھائیں کہ خوشی اور غمی کی فضول خرچیاں اپنے گھرانوں میں نہ ہونے دینگی۔ اور انکی بیخ کنی اِس طرح ہو سکتی ہے کہ ہر ایک شہر و قصبہ میں تہذیبی بہنوں کی کمیٹی قرار دی جائے۔ جس کا یہ کام ہو کہ اپنے حلقہ کی کسی گھر میں شادی یا موت واقع ہو تو اپنے اثر کو کام میں لاکر فضول اخراجات کو روک دیں اور جہاں ایسے واقعات ہوں اُن کو تہذیب میں چھپوا دیں۔ تاکہ عوام کو آگاہی اور تنبیہ ہو جائے اور میرے ہندی مسلمان بھائیوں پر بھی فرض ہے کہ وہ اپنی بہنوں کا ہاتھ بٹائیں۔

(۴) میاں اور بیوی کو تعلیم یافتہ ہونا چاہیے۔ اور مذہب کی باتوں سے واقفیت رکھنی لازم ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں پر فرض ہے کہ ہمیشہ متفق الخیال اور ایک دوسرے کی مددگار رہیں زبان ملائم اور کلام شیریں رکھیں۔ دل اور دماغ سے غصہ ہٹ، حسد بغض، کینہ، عداوت، چڑچڑاپن فضول خرچی اور تکبر وغیرہ نکالدیں۔

(۵) یہ کام بھی تہذیبی کمیٹی کے سپرد ہو۔ لہذا جب کسی مظلوم

بہن کی خبر کمیٹی کو معلوم ہو تو ممبرانِ کمیٹی کو لازم ہے کہ جس طرح سے ہو مدد کریں اور عوام الناس کی عبرت اور آگاہی کے لیے تہذیب میں شائع کر دیں +

(۶) تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت ہے ۔ اصلاح پابندی مذہب کے مطابق ہونی چاہیئے +

(۷) نئی روشنی کی تقلید میں کوشش کرنی چاہیئے +

(۸) اچھا ہے ۔ لیکن اسلامی سکول ہو تو بہت عمدہ ہے ۔ مگر غیر قوم اور غیر مذہب کے سکولوں میں داخل ہونے سے پہلے چاہیئے کہ لڑکیوں کو مذہب سے اچھی طرح واقف کر دیں +

(۹) اسکے متعلق اُردو میں کتاب لکھی جائے اور نصاب تو سیع تعلیم نسواں میں شامل کر دی جائے ۔ اور یوں بھی عورتوں پر اُسکا مطالعہ فرض ہو ۔ مگر بالفعل بذریعہ تہذیب کے اسکی تعلیم ہونی چاہیئے +

(۱۰) ہر ایک صوبہ اور بڑے بڑے شہروں میں تہذیبی بہنوں اور شریف خواتین کی انجمنیں قائم کی جائیں +

(۱۱) باپ ، بھائی ، شوہر ، بیٹا یا اور کوئی محرم اس کی تعلیم دے تہذیب کے ذریعہ سے تعلیم دی جائے ۔ انجمن اور کمیٹی کے ذمّہ بھی اِس کے سکھانے کا کام دیا جائے +

(۱۲) بہت کچھ فائدہ حاصل کرنے کی امید ہے +

(۱۳) انجمن اور کمیٹی کے ذریعہ سے ان کی مدد کی جائے ۔ اور مختلف شہروں میں ان کے واسطے سکول جاری کیا جائے +

(۱۴) جبریّہ تعلیم ہونی چاہیئے +

(۱۵) قومی لباس کی اشد ضرورت ہے - چوڑی دار پائجامہ گھٹنے کے نیچے لمبان تک کا کرتہ اور حیدر آبادی دوپٹہ اسکے لیے لازم ہے +

(۱۶) کم سونا، سویرے اُٹھنا - اگر گھر میں سواری کا انتظام ہے تو ہواخوری کو جانا - غذا وقت پر صاف اور ہلکی کھانا - پانی فلٹر کرکے یا جوش دیکر پینا - ہوادار اور روشن مکان میں رہنا مکان اور اپنے کو صاف ستھرا رکھنا - آب و ہوا جہاں کی خراب ہو جائے وہاں سے علیحدہ ہو جانا +

# ساتواں جواب

## از اُم کاظم صاحبہ کنٹہ گوشہ محل حیدر آباد دکن

(۱) ہر مولود کی فطرت اسلام ہے - لیکن اثرات صحبت کے نتائج مخالف ظاہر ہوتے ہیں - اور تقلیدی مادہ بھی بچوں میں جیسا کچھ ہوتا ہے اُس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے - لہٰذا اوائل عمر سے یعنی تکلم کے وقت سے بچے کی پرورش کرنے والوں کو چاہیئے کہ بجائے فضول بک بک کے اللہ رسول کا نام لیا کریں +

کلمے دمنا جاتیں وغیرہ پڑھکر اُسکو کھلایا یا سُلایا کریں - تاکہ پہلا لفظ جو بچے کی زبان سے نکلے وہ اللہ ہو +

دو برس کی عمر سے اِسی قسم کے کلمات - اولیا اللہ کا ذکر

اور پیغمبروں کے قصّے وغیرہ سنانے چاہئیں - چار برس کے بعد سے بچّوں کو قرآن شریف و اُردو مسائل پڑھانے لازم ہیں - بعد نو برس کی عمر کے انگریزی وغیرہ کی تعلیم دینا مناسب ہوگا +

اِس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ والدین کو پابندِ صوم و صلوٰۃ ہونا چاہئے - اس کا اثر ضرور بچّوں پر ہوگا +

(۲) بڑی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت زیرِ نگرانیِ والدین گھر ہی پر ہونی بہتر ہے +

(۳) قوم کے سرغنہ اشخاص شادی وغیرہ کی تقریبات میں فضول رسمیں ترک کر کے سادہ طریقہ اختیار کریں تو سب لوگ خود ہی ان کی تقلید کریں گے +

(۴) میاں کو اپنی حسبِ حیثیت بی بی کی ضرورتیں اور بجا خواہشیں پوری کرنی چاہئیں +

ہمیشہ نرمی سے تسلّی آمیز گفتگو کرنی لازم ہے - بے ضرورت کام میں بہت جلدی کرنی مناسب نہیں - تھوڑی غلطی پر بی بی کی صبر کرنا بہتر ہے یا سمجھا دینا کافی ہے - سُنی ہوئی شکایتوں پر بغیر کامل تحقیقات کے غصّہ یا بدگمانی کرنا نہیں چاہیئے - خانہ داری کا خرچ انصاف سے خرچ کے موافق دینا اور بی بی کے رنج و راحت کا ہمیشہ خیال رکھنا مناسب ہے +

بی بی کو جہاں تک ممکن ہو میاں کی اطاعت و خدمت آرام و عزّت کا خیال کرنا لازم ہے اور میاں کے اُن احکام کو جو خلافِ

شرع نہ ہوں بخوشی ماننا اور اُس کی خوشی کو سب باتوں پر مقدم سمجھنا اور غصہ کی حالت میں جو بات شوہر کہے اُس کا جواب نہ دینا اور اپنے کو حقیقتاً مغلوب اور مرد کو ہر حال میں غالب سمجھنا اور اپنے گھر کی صفائی رکھنا قیامِ اتفاق کے لیے ضروری ہے +

(۵) بعض مرد بے وجہ اپنی بدمزاجی سے اپنی نیک بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اِس کا علاج صبر و شُکر ہے +

ہمجنس بہنوں سے مدد حاصل کرنا۔ اِس سے ممکن ہے کہ اور بھی زیادہ برافروختگی ہو +

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ زمانہ کی شرمناک حالت سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ سفر کی ضرورت میں برقع پوش ہو کر چند قدم چلنا یا حفظانِ صحت کے لیے گاڑی پر نکلنا بے موقع نہیں ہے +

(۷) نئی روشنی کی تقلید سے انکار نہیں کرنا چاہیئے اور نہ قدیمی دستور سے نفرت۔ بلکہ دونوں طریقوں میں سے عمدہ اور کارآمد و نتیجہ خیز باتیں چُن کر اختیار کرنی چاہئیں جو مذہب کے بھی موافق ہوں +

(۸) ابتدائی عُمر میں لڑکیوں کو قابلِ اطمینان زنانہ اسکولوں میں تعلیم دلوانا کچھ بے موقع نہیں ہے +

(۹) عورتوں کو کچھ یونانی طب اور کچھ ڈاکٹری کی کتابیں پڑھائی چاہئیں۔ یا کسی نرس سے تعلیم تیمارداری دلائی جائے

تو تیمار داری کی لیاقت آسکتی ہے +

(۱۰) بڑے بڑے شہروں میں کبھی کبھی کوئی جلسہ مقرر کرکے مختلف صوبوں کی عورتوں کو دعوت دی جائے۔ سب کے یکجا جمع ہونے سے تبدیل خیالات اور میل جول پیدا ہوسکتا ہے +

(۱۱) زیادہ تر اخبار بینی وکتب بینی اور زنانہ جلسوں میں شریک ہوکر تقریریں سننے سے تقریر کرنے کی لیاقت آسکتی ہے +

(۱۲) اگر ہندوستان کو خود مختاری حاصل ہو تو عورتیں بھی رائے دینے کا حق طلب کرسکتی ہیں +

(۱۳) دولت مند لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے اور اس کا بہترین مصرف غریب لڑکیوں کی تعلیم ہے +

(۱۴) عورتوں کی ضروری تعلیم جبریہ ہونی چاہیئے +

(۱۵) بے شک قومی لباس کی ضرورت ہے۔ تنگ مُہری کا پائجامہ، لمبا کرتہ بڑا دوپٹہ بالعموم قومی لباس ہونا چاہیئے + کتخدا لڑکیاں ساڑی اور جاکٹ کا بھی استعمال کرسکتی ہیں +

(۱۶) حفظانِ صحت کے لیے عورتوں کو جسمانی محنت کے کام اختیار کرنے چاہئیں۔ خانہ باغ یا گھر کے اندر چلنا پھر گھر کا کام کاج کرنا ضروریات سے ہے +

# آٹھواں جواب

## از بی۔ جے۔ بیگم صاحبہ۔ سِول لائن آگرہ

(۱) بچوں کی مذہبی تعلیم دس برس کی عمر سے قبل والدین اپنی نقل پر بچوں کو دیں۔ اِس لیے کہ بچپن کی تعلیم کو نمونہ و نقل سے خصوصیت ہے۔ جب والدین کو بچے روزہ رکھتے نماز پڑھتے، تلاوت کرتے اور طہارت و صفائی کرتے دیکھینگے تو یہ تمام والدین کے نیک خصائل بچوں کے دل پر عملی تعلیم کا اثر پیدا کرینگے۔ اور تھوڑی سی ترغیب و شوق دلانے پر چھوٹے چھوٹے بچوں کی نقل اصل میں تبدیل ہو جائیگی +

(۲) لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ بشرطِ امکان والدین لڑکیوں کو خود یا کسی اپنے عزیز یا ایسے اُستاد کی زیرِ نگرانی رکھیں جو خداترس اور صادق الودود ہو اور یہ لڑکیاں تعلیم کے واسطے ایسی لڑکیوں میں شامل کیجاویں جن کو خود پڑھنے لکھنے کا شوق ہو اور جن کی تعلیم جاری ہو اور بالکل ابتدائی تعلیم بچیوں کو کھیل کھلا کر دی جائے جسکو انگریزی میں کنڈرگارٹن سسٹم کہتے ہیں +

(۲) شادی و غمی کی فضول خرچیاں جب تک کہ مذہبی تعلیم کافی نہ ہو کم نہیں ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اگر تمام فقہ و حدیث پر مجبور نہ کرایا جائے تو کم سے کم ایک ایسی جامع اور مختصر مذہبی تعلیم ضرور دی جائے جو

دنیاوی امور کے بھی متعلق ہو بلکہ مدارس اسلامیہ میں اس کا ایک کورس مقرر کرکے خصوصیت کے ساتھ اس کورس میں کامیاب طلبہ کے واسطے انعام مقرر کیا جائے۔ جس طرح کہ مدارس عیسائی میں ایک خاص انعام مذہبی کورس میں کامیابی پر چھوٹے چھوٹے اسکولوں میں بھی ایک مطلّا اور خوبصورت سارٹیفکٹ ضروری دیگر طلباء کا دل خوش کیا جاتا ہے۔

(۴) میاں بیوی میں محبت و سلوک قائم کرنے کی تدبیر بیان کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے کیونکہ مشاہدہ و تجربہ سے ایسا ثابت ہو چکا ہے کہ باوجود بڑے بڑے معاہداتِ باہمی اور سلوک و محبتِ انتہائی کے بھی نفاقِ زوجین نے خراب نتائج پیدا کیے ہیں۔ میری رائے میں یہ نہایت سخت بداخلاقی ہے اور جب تک فریقین تعلیم یافتہ نہ ہوں محبت و سلوک باہمی قائم رہنا محال ہے۔ تعلیم سے میری یہ مُراد نہیں ہے کہ میاں گریجویٹ ہو گئے اور بیوی انٹرنس پاس مل گئیں۔ ایک صاحب دوسری میم اور دونوں آزادی کے دلدادہ۔ بلکہ تعلیم سے میری مُراد یہ ہے کہ میاں کو علمِ ادب و اخلاق کے بعد حقوقِ زوجہ کے امتیاز اور اُن کی پابندی کی بھی تعلیم دی گئی ہو اور بیوی کو بھی ضروری تعلیم مذہبی ادب و اخلاق کے بعد حقوقِ شوہر وغیرہ کی تعلیم پانے کا انصرام کیا گیا ہو اور شادی سے قبل جبکہ فریقین میں امتیاز حُسن و قبح کی کافی عقل بلحاظ عمر کے پیدا ہو گئی ہو اور نکاح کے وقت حقیقتاً ایجاب و قبول فریقین بطیب خاطر ہو سکے نہ کہ رسمی بیاہ۔

خاطرِ والدین یا سرپرست ؛

(۵) بعض مرد اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں - یہ سوالِ پنجم کی عبارت ہے - میرے مشاہدے میں یہ واقع ہوا ہے کہ بعض بیوی میاں پر ظلم کر رہی ہے - پس محض دونوں میں سے کسی ایک پر اطلاقِ ظلم نہیں ہو سکتا - میری رائے میں مستورات کی مدد ظلم سے بچانے میں حسبِ ذیل تدابیر سے کی جا سکتی ہے ؛

اول یہ کہ اگر بیوی خدمات اور حقوقِ شوہر سے جہالت کے سبب سے آگاہ نہیں ہے اور اِس وجہ سے موردِ عتابِ شوہر ہے تو اُس کو تعلیم دیگر ضروری تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے اور اگر شوہر حقیقتاً ظالم اور جاہل ہے تو اتفاق رائے کر کے اور اپنی حفاظت میں لیکر شوہر سے احکامِ شرعی کی مُطابق طلاق حاصل کرالی جائے ؛

ظاہر ہے کہ ظلم ہمیشہ خفیہ طور پر کیا جاتا ہے مگر اِس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ آخرِ کار ظلم کی ناؤ پار نہیں لگتی اور وہ ضرور ظاہر ہو جاتا ہے - اگر کسی پر حقیقتاً ظلم ہو اور اُسکا مُنھ بند رکھنے کی انتہائی کوشش کی جائے تو اُس مظلومہ کو یہ چاہیے کہ کسی موقع سے کسی اپنے طرفدار سے مہذب الفاظ میں ایک مضمون تہذیبِ نسواں میں شائع کرا کے امداد طلب کرے - مگر سب سے پہلے یہ شرط ہے کہ ایک متفقہ جماعت مستورات کی تجویز ہو جس کی سکریٹری بننا میں خود پسند کرتی ہوں اور ایک کافی چندہ دینے پر آمادہ ہوں - تمام اراکین جماعت مذکور

خود چندہ دیں اور دوسری بہنیں بھی اِس امداد میں شریک ہوں اور اِس کمیٹی کا نام جماعتِ مستوراتِ مظلومۂ اسلامیہ رکھا جائے اور بیرونی یا عدالتی کارروائی کے واسطے ایک قابل مرد قانون جاننے والا جو حدیث فقہ سے بھی واقفیت رکھتا ہو بطریق مختارِ عام مقرر کیا جاوے۔ جس کا انتظام میرے ذمہ ہوگا اِس کمیٹی کے چندہ کی کیشیر اور پریزیڈنٹ محمود بیگم صاحبہ علیگڑھ یا حسب تجویز اُن کے کوئی دوسری بی بی مقرر کی جاویں۔ مقدمہ کا فیصلہ مقامِ وقوعہ کے عالم یا مفتی اور خواتینِ قابل کی شرعی اور قانونی رائے سے کیا جایا کرے جس میں ہمارا مختارِ عام بحث اور شہادت کو باقاعدہ سماعت کرکے مفتی یا عالم کے سامنے اور ہماری جماعت ثالث کے سامنے فیصلہ کے واسطے پیش کرتا رہیگا۔

(۶) ہندوستان کی موجودہ حالتِ پردہ خلافِ شریعت اُس طرح ہرگز قابلِ اصلاح نہیں ہے جس طرح بعض نئے تعلیمیافتہ حضرات اپنی بیویوں کی خوبصورتی کی کمپٹیشن (مقابلہ) کے شوق میں انگریزی سسٹم (طریقہ) پر صحت بخش ہوا کھلانے کے حیلہ سے ایمان و اسلام کے رُکنِ اعظم حیا کو فخریہ قربان کرکے سیّد اکبر حسین صاحب جج کی مہذب و منظوم لعنت کے مستوجب قرار دیے جاتے ہیں۔

(۷) اگر زمانہ کی رفتار ضروریات کے موافق نئی روشنی کے جائز اصول کی تقلید کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یا کوئی

قدیمی ناقص دستور جواز اُ منسوخ کر دیا جائے تو کوئی ہرج نہیں +
(۸) مدارس میں لڑکیوں کو بھیج کر تعلیم دلوانا اس شرط پر بہتر ہے کہ مدرسہ میں احتیاط اور ضروریات کے ہر پہلو سے انتظام کافی اور قابلِ اطمینان ہو اور بلحاظ خامی عقل لڑکیوں کے اُن کے دلپر مذہب اور اسلامی اخلاق کے خلاف کسی امر کے پیدا کیے جانے کا احتمال نہ ہو یا گھر میں مذہبی تعلیم دینے کے بعد جب لڑکیوں کا عقیدہ پختہ ہو جائے اور اُن کو اپنے نیک و بد کا خود امتیاز ہو جائے تو ضروری احتیاط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مدرسہ میں بھیجنا کوئی معیوب امر نہیں ہے +
(۹) زنانہ تیمارداری کے اصولِ جدید کے بموجب مستورات کا تعلیم پانا اُس وقت تک مشکل ہے جب تک زنانہ مدارس میں ایک کلاس اِس ضروری تعلیم کا علیحدہ نہ کھولا جائے +
(۱۰) متعدد مرتبہ مجھکو چند بڑی بڑی مستورات کی میٹنگ میں شریک ہونے کا اتفاق پڑا ہر مرتبہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ ہماری بعض خاص اسلامی بہنیں جن کو صرف ایک جوڑی طلائی کڑے پہننے کا ہی حق حاصل ہے۔ اُن کو غریب بہن، کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے میں بھی عار معلوم ہوتی تھی۔ اور مسز فلاں۔ مس فلاں خاں صاحب اُمرا کی بیویاں، بہنیں، بھانجیاں جو جواہرات پہنکر آئی تھیں اور اُن میں سے بعض بلکہ اکثر ایسی تھیں جن کو دولتِ علم نصیب نہ ہونے کے سبب سے یہ کہنا جائز ہوگا کہ وہ کنکروں پتھروں سے لدی ہوئی تھیں۔ اُن کے عزور اور

تکبر کا تو عالم ہی نرالا تھا۔ اس قصہ سے میرا مطلب یہ ہے کہ ایک جلسہ میں تو میل جول اور اتحاد کا یہ عالم ہے کہ غریب بہنوں کی آنکھوں دیکھی مروت تک نہ کی جائے تو بھلا کیا امید کی جاسکتی ہے کہ بعید ترین صوبجات میں مستورات کے باہمی اتحاد کی تدابیر پر خامہ فرسائی کرنے سے کوئی مفید نتیجہ پیدا ہو سکے گا۔

(۱۱) پہلے گھر میں معمولی مضامین کو مختصر لکھی ہوئی عبارت میں باوازِ بلند پڑھوا کر سُننا۔ پھر متعلمہ کے دل سے مضمون بنوا کر باواز سُننا۔ اور اس طرح جب گھر کے آدمیوں میں تعلیم پا چکے تو کسی چھوٹی مجلس میں تھوڑا سا تحریری مضمون ذاتی پڑھنا اور اُسے چھپوا دینا۔ اسی طرح آئندہ ترقی کرتے کرتے عورت ایک قابل اسپیکر یا نامہ نگار (بشرطیکہ تعلیم میں بھی ترقی کرتی رہے تو) بن سکتی ہے۔

(۱۲) جس طرح دیگر ممالک کی خود مختار حکومت میں مستورات کو بلحاظ اُن کی قابلیت کے حقوق حاصل ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حکومتِ خود اختیاری میں ہندوستان کی مستورات کو اُن کی توقع نہ ہو۔

(۱۳) غریب اور محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا جس قدر احسن ترین انتظام گورنمنٹ نے کیا ہے اُس سے بہتر تو شاید نہیں ہو سکتا ہے لیکن تمام ہندوستان کے صاحب مقدرت ہندوستانی قلیل ترین چندہ سے بھی ایک عمدہ انتظام کر سکتے ہیں۔ اور جس طرح علی گڑھ

یونیورسٹی کے واسطے خلافِ اُمید چندہ غربا تک سے وصول ہو چکا ہے۔ اُسی طرح اس اشد ضروری کام میں بھی غربا سے چندہ لیا جا سکتا ہے ۔

(۱۴) عورتوں کی جبریہ تعلیم صرف مذہبی تو ضرور ہونی چاہئے باقی مشکل ہے ۔

(۱۵) مسلمان عورتوں کا قومی لباس دوپٹہ ، کرتا ، پائجامہ ڈھیلا جس کو ہاتھ میں اُٹھا کر چلنے کی ضرورت نہ ہو اور بعض دوسرے ستر پوش کپڑے جو پوشش اور جسم کی اندرونی حفاظت کے واسطے مقصود ہیں۔ جدت اور ترقیِ زمانہ کے لحاظ سے جو خوبصورتی اُنمیں پیدا کی جا سکتی ہے جائز ہے اور بپابندیِ ستر پوشی اندرونی شرعی کے کسی باریک سے باریک کپڑے کا پہننا بھی گناہ نہیں ہے۔ ساڑی یا لہنگہ کو۔ بلوز اور اسکرٹ کو قومی لباس نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ ساڑی پارسی مستورات کا خاص پہناوا ہے۔ لہنگہ اہلِ ہنود کی مستورات کا جامہ ہے۔ اسکرٹ بلوز انگریزی ہے ۔

(۱۶) قواعد حفظانِ صحت کے اصول کے موافق مستورات کا فرض ہے کہ مکان۔ ظروفِ استعمال روزمرہ۔ لباس پوشیدنی۔ بستر اور فرش وغیرہ کی صفائی کا اہتمام رکھیں۔ غذا کو حتے الامکان خواہ وہ دال روٹی ہو نہایت صفائی اور ستھرے پن سے موسم اور صحتِ جسمانی کے لحاظ سے پکوانا چاہئے۔ مکان کی صفائی مثلاً مکان کو کوڑہ کرکٹ سے صاف کرنا اور پاخانہ و بدرو وغیرہ کا صاف رکھنا اور اُس میں کوئی شے مزیلِ تعفن ڈالنا اس درجہ

سے اور نیز ہوا اور دھوپ سے ہوا کا صاف رکھنا اور سونے کے کمروں میں بخور خوشبودار جلانا تکیہ و بستر روئی دار کو روزمرہ دھوپ میں ڈالنا۔ پسینہ دار کپڑوں کو دھوبی سے دُھلوانا یا خود دھونا اگر گھر میں کتے۔ بلی اور پالتو جانور ہوں تو کم سے کم بلی کی حالتِ دیوانگی کو سختی کے ساتھ ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے +

# نواں جواب

## از۔ ن۔ ن۔ بی صاحبہ کلکتہ

(۱) جب چار سال کا بچہ ہو تو کارڈ اور کھلونوں وغیرہ پر پہلے ایک ایک حرف پہچنوانا چاہیے۔ پھر رفتہ رفتہ آہستگی و نرمی سے چند کتابیں اُردو اور اِس کے بعد چند کتابیں فارسی ایسی پڑھا دینا چاہیے کہ اُن میں ضروریاتِ مذہب، اخلاق، انشاء اور ضروری قواعدِ حفظانِ صحت درج ہوں جنسے آگاہی ہو جائے تاکہ اُنہیں اپنی مذہبی و قومی تمیز و شناخت ہو جائے۔ پھر انگریزی وغیرہ کی تعلیم دے سکتے ہیں +

(۲) خود اپنے مکان اور معتبر زنانے مدرسوں کے ذریعے سے +

(۳) جب جہالت و ذلالت کی رسوم چھوڑ کر شرعی طریقے رائج کیے جائیں +

(۴) میاں بیوی دونوں شریعت اسلام پر عمل کریں کہ وہ علاوہ

مذہب کے حکیمانہ اسلامی قانون ہے جس پر غیر اسلام فرقے بھی عزت کی نظر کرتے ہیں +

(۵) آہوِ با لہنگ در گردن نتواند بخویشتن تہذیب و عزتِ نسوانی اطاعتِ شرعی ہے جس نے شریف زادیوں کو ایسا ہرن بنا رکھا ہے۔ جس کی گردن میں ایک بوجھل رستا پڑا ہو یہ اپنی چوکڑی خود ہی بھولا ہے۔ دوسرے ہرن کو لیکر کیا رم کریگا اگر یہ گردن چھڑا کر آزاد نہ پھرے تو باہر کے کتے اور شکاری اسکی جان کو نقصان پہنچائینگے +

مگر مظلومہ کو چند زر دار بہنیں زندگی بھر روپیہ کی مدد دیا کریں تو شوہر کا ظلم یا تو کافور ہو جائیگا یا ایسا بے اثر کہ اخباروں میں اعلان کی ضرورت نہ پڑے گی +

تمام تدارک کرنے والی بہنیں۔ مظلومہ کے لیے پہلے گواہ مقرر کریں۔ اُن کی گواہی پر اسلامی و عراقی فیصلہ کیا جائے۔ شوہر نہ راضی ہو تو چھاپ کر سب بہنوں کو آگاہ کیا جائے۔ وہ سب مدد دیکر شوہر کو مجبور کریں +

(۶) اگر شرع سے کم یا زیادہ ہے تو قابلِ اصلاح ہے۔ جتنا کم یا زیادہ ہو اُتنی اصلاح چاہیئے +

(۷) آزاد عورتیں دونوں میں سے جس دوکان میں اچھی چیز ہو لے لیں۔ خواہ دُکان نئی ہو۔ خواہ پُرانی بوسیدہ ہو +

(۸) اُن کے ولی و وارث حسبِ حالت تعلیم دلوا سکتے ہیں +

(۹) جس طرح اُن کے وارث یا ولی پسند کریں +

(۱۱) اُن کی نسوانی عزت کی حفاظت ملحوظ رکھکر +

(۱۲) جو اُن کا قانونِ شرع کی رو سے۔ حصہ ہے۔ اُسی کی رو سے توقع ہو سکتی ہے +

(۱۳) امیر بہنیں چندہ دیکر اگر محتاج لڑکیوں کے کھانے کپڑے اور خرچ تعلیم کا بندوبست کریں تو مناسب بندوبست ہو سکے گا +

(۱۴) غریب عورتوں کو اُن کی ضرورت اور واجبات کا خرچ دیا جائے تو اُن کو جبریہ تعلیم فرض کر کے دی جائے +

(۱۵) ولی یا وارث کی رضا سے اُن کا شریفانہ موجودہ و آئندہ قومی لباس ہو۔ اور اس کی سخت ضرورت ہے۔ قرآن نے عورت کے مرد کو عورت کا لباس بتایا ہے۔ اِس لیے قرآنی لباس عورت کے لیے جو قومی لباس درست کرتے رہیں گے وہی شریفانہ و قومی لباس ضروری و بہتر ہوگا۔ جو بہنیں اپنی تراش خراش اپنی رائے سے کرینگی اُن کی یہ مثال ہوگی کہ:۔

ایک بکری بہت خوبصورت تھی۔ مالک جب گھر سے جاتا تھا دروازہ بند کر دیتا تھا۔ رات کو ایک ہوادار جگہ بند کرتا تھا۔ بکری کو یہ قید ناپسند ہوئی اور مالک پر غصہ آیا ایک دن شام ہی سے مکان کے باہر نکل کر اپنی رائے سے گاؤں کے باہر پھرنے لگی اُس سے بھیڑیے نے اپنا پیٹ بھر لیا +

اس لیے قرآنی لباس کی رائے کے موافق قومی لباس بہتر ہوگا +

---

**نوٹ**:۔ ہماری ان معزز بہن نے دسویں سوال کا جواب تحریر نہیں کیا۔ ۱۲

(۱۶) کھانے پینے۔ سونے جاگنے۔ محنت و آرام ہر چیز میں اعتدال رہے۔ عمدہ عمدہ کھانے کھائیں کہ جب معدہ گوارا کریگا تو صحت دُرست رہیگی۔ مکان اور لباس اچھا، خوب عمدہ اور صاف سُتھرا رکھیں۔ اور ایک حکیم اور ایک ڈاکٹر کی رائے پر ہمیشہ عمل کریں کہ وہ اُن کا مزاج شناس رہے ✣

اِس کے بعد ضروری نسخے یاد کرلیں اور دو ایک کتابیں اُردو یا فارسی پڑھ لیں۔ بعد اسکے اور جو کچھ طبی ترقی کرسکیں بہتر ہے ✣

# دسواں جواب

## از۔ ایس۔ بی صاحبہ۔ نان پارہ ضلع بہرائچ

(۱) بچے جب مُنھ سے بولنے لگیں تو اُن کے آئینۂ دل کو زبانی تعلیمِ کلمہ و مختصر آیاتِ قرآنی سے جلا کریں۔ اور جب وہ کسی قدر بتلائی ہوئی باتوں کو یاد کرنے لگیں تو اُس وقت اُن کو چھوٹے چھوٹے دلچسپ دینی رسالے پڑھائے جائیں۔ ماں باپ۔ اُستاد، ہمسنوں اور ہمجنسوں کا طرزِ عمل بچوں کی طبیعت میں زیادہ اثر کرتا ہے۔ بچوں کے وُرثا کو زمانۂ طفولیت میں احتیاط کی زیادہ ضرورت ہے ✣

(۲) لڑکیوں کی مائیں اگر تعلیم یافتہ ہوں تو اُنکے واسطے حصُولِ

علم کا عمدہ ذریعہ ہے۔ مگر یہ بات عام نہیں ہے۔ اِس وجہ سے اگر ایسا کیا جائے کہ لڑکیوں کے واسطے نہایت باعصمت و باحیا معلّمہ ملازم رکھی جائے تو بجز اعلےٰ طبقہ کے لوگوں کے معمولی حیثیت والے معلّمہ کے رکھنے کی استعداد نہیں رکھتے +

بہترین طریقۂ تعلیم یہ ہو سکتا ہے کہ اسکول نسواں کے ہر ایک مقام پر قائم کرنے کی قوم کو توجہ دلائی جائے اور ہر اسکول نسواں کے اراکین اور معلّمہ کو باعصمت اور شریف النفس ہونے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عامہ خلائق مدارسِ نسواں کو مشتبہ نظروں سے دیکھتی ہے +

(۳) فضول خرچیاں شادی و غمی کی بالعموم ہندوستان میں زیادہ پائی جاتی ہیں اور اِس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہند میں بازارِ جہالت دگمراہی گرم ہے۔ عام خاندانوں میں جزوی دو چار لوگ پابشرع پائے جاتے ہیں۔ کنبہ کے پورے اعزّا پابندِ شرع شریف نہیں ہیں۔ بعض شرع کی پابندی چاہتے ہیں اور بعض رواج پر زور دیتے ہیں۔ غرضکہ مختلف طبائع کے لوگ ہیں۔ تاوقتیکہ اپنے خاندان پر شرع کا پورا اثر نہ ڈالا جائے فضول خرچی کا انسداد دُشوار تر ہے +

(۴) بیوی کو میاں کی مرضی کا پابند رہنا۔ میاں کے احکام کو واجب التسلیم ماننا۔ اور اُس کے آرام کو اپنی راحت سمجھنا۔ پابندِ عصمت رہنا۔ میاں کو بیوی کی دلجوئی کرنا۔ اُس کی خدمات کو وقعت اور عزّت کی نظر سے دیکھنا۔ اُس کو آرام پہنچانے

میں پوری کوشش کرنا - دل آزاری سے حذر کرنا - طرفین کے واسطے باعثِ اُلفت و محبت ہے +

(۵) اکثر مرد ایک محدود سن میں نفس پرور ہوتے ہیں اور اُس حالت میں ایسے ناجائز مظالم کے مرتکب ہوتے ہیں بعض اُن میں سے اُس وقت کے گزر جانے سے سلیم الطبع ہو جاتے ہیں بعض طالبِ گورِ لذات و مکروہاتِ دنیا میں مستغرق رہتے ہیں ہوا خواہ بہنوں کو مطلع کرنے کے بہت سے وسائل و ذرایع ہو سکتے ہیں مگر مطلع کرنا زیادہ تر سمِ قاتل کا اثر رکھتا ہے اور کم تر نافع بھی ہوسکتا ہے مگر ہمدرد بہنوں کو اپنی ایسی ناکردہ گناہ بہن کی امداد نہایت دانشمندی اور ہوشیاری سے کرنی چاہئے +

(۶) موجودہ پردہ ہندوستان کا کسی حد تک بیجا نہیں ہے ایسے مُلک میں ایسے ہی پردہ کی ضرورت ہے +

(۷) نئی روشنی اگر اُصولِ مذہبی کے خلاف نہیں ہے تو بہتر ورنہ قدیمانہ دستور العمل انسب ہے +

(۸) اگر اسکول کی معلمہ و منتظمین باعصمت شریف النفس اور نیک چلن ہوں تو ہر طرح پر اسکول بہتر ہے +

(۹) مریض کی دوا علاج کی نگرانی بلحاظِ اوقات بد پرہیزی سے حذر - مریض کی ہر وقت دلجوئی کر کے شفا کا امیدوار رکھنا ہندوستان کے طبقۂ نسواں میں ایسے ہی ضوابط تیمارداری اب بھی قریب قریب مستعمل ہیں +

(۱۰) رسم خط و کتابت جاری رکھنا اور خطوط میں ہمدردی و خلوص

کا اظہار ۔ اور راستبازی زیرِ عمل رکھنا +

(۱۱) علمی لیاقت و ذہانت کی اشد ضرورت ہے +

(۱۲) طبقۂ نسواں عام طور سے اپنی حقیقت کی بابت خودمختاری کا دعویدار نہیں ہے +

(۱۳) رؤساء قوم اور ہمدردانِ تعلیمِ نسواں کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ اگر زیادہ نہیں تو قلیل تعداد میں ایک مدِ چندہ قایم کریں اور اُس سے غریب لڑکیوں کی تعلیمی کفالت کی جائے +

(۱۴) عورتوں کی جبریہ تعلیم ایک حدِ محدود تک بیجا نہیں ہے نہ ایسا جبر کہ گوزِ شتر سے کمتر ہو ۔ نہ ایسا کہ مبتلا بہ رنج و ہلاکت ہو +

(۱۵) مسلمان عورتوں کا قومی لباس ہر طرح پر شرعی ہونا چاہیے اس میں دو فائدے متضاد ہیں ۔ ایک سترپوشی بموجب شرع ۔ دوسرے کفایت شعاری مطابق شرع اور اس کی اس وجہ سے ضرورت ہے کہ ایک رُکن گمراہی ٹوٹتا ہے +

(۱۶) صفائی خانہ ۔ جسم اور کپڑوں کو صاف رکھنا ۔ غذا صاف اور زود ہضم استعمال کرنا ۔ شب بیداری سے حذر ۔ زیادہ سونے سے پرہیز ۔ جسم کو محنت کا عادی رکھنا +

# گیارھواں جواب

## از ممتاز صاحب بھوپال

(۱) بچوں کو دینی تعلیم و تربیت جتنی ماں سے حاصل ہوسکتی ہے

دوسرے سے نہیں ہوسکتی - ماں کو چاہیئے کہ چھوٹی عمر سے بچّوں کو چھوٹی حکایتیں ایسے مضمون کی سُنایا کرے جس سے بچّوں کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے - سچائی سے رغبت ہو، جھوٹ بولنا، قسم کھانا، نیز ایسی مخرب اخلاق باتوں سے روکتی رہے - بڑوں کا ادب اُن کے دل میں جاگزیں ہو اور خود بھی اپنا طرزِ عمل ایسا رکھے کہ جس سے بچّوں کو اچھا سبق حاصل ہو - مثلاً ماں نماز کی پابند ہو قرآنِ شریف کی تلاوت کرتی رہے وغیرہ وغیرہ تو ضرور ہے کہ بچّوں کے دل میں خدائے تعالےٰ کی عظمت و بزرگی پیدا ہوگی اور اُن کا دل ایسی باتوں کی طرف رجوع ہوگا اور خوشی سے اِن باتوں کی نقل کریں گے - یہ قاعدہ ہے کہ بچے والدین کو جیسا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ بھی ضرور کرتے ہیں - ماں کو چاہیئے کہ بچّوں کے سامنے بہلانے کے طور پر بھی کبھی جھوٹ نہ بولے اور غیبت نہ کرے اور ہمیشہ مار پیٹ اور گالی گلوج اور قسما قسمی وغیرہ سے پرہیز رکھے کیونکہ اکثر عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے - جو ماں اپنی عادات واطوار درست رکھے گی اور بُری باتوں سے محترز رہیگی ضرور بچہ اُس کی مثال ہوگا +

ماں کو چاہیئے کہ بچے کو سات برس کی عمر تک نماز کے تمام قواعد اور نماز کی سورتیں و دعائیں اور چھوٹے چھوٹے مسائل جو ضروری ہوں یاد کرادے - اس کے بعد اُس کی تعلیم باپ کے ذمہ ہونی چاہیئے - اگر باپ صاحبِ حیثیت ہو

تو کسی قابل اُستاد کے ذریعہ سے تعلیم دلوائے - مگر یہ ضرور ہے کہ صرف اُستاد کی تعلیم ہی پر بے پروا نہو جائے - بلکہ روزانہ جو کچھ پڑھایا جائے اُس کو سُننے اور یاد کرادے اور اگر مقدرت نہ ہو تو خود تعلیم دے تاہم ماں کو بھی غافل نہ رہنا چاہئے۔ جو اوقات اُسکے پڑھنے کے مقرر ہیں اُسکو تاکید کرتی رہے اور خصوصاً رات کو ضرور پڑھنے کی عادت ڈالے کیونکہ رات کا پڑھا ہوا زیادہ یاد رہتا ہے ❖

(۲) لڑکیوں کی تعلیم کا سب سے اچھا اور مفید طریقہ ماں ہی کا طرزِ عمل ہے - اُستانی رکھکر تعلیم دلوانا بھی احسن ہے۔ لیکن یہ تعلیم بھی ماں کی زیرِ نگرانی ہونی لازم ہے ❖

(۳) شادی کی فضول خرچیاں شرع کی پابندی سے کم ہوسکتی ہیں بعض عورتوں کو شوق ہوتا ہے کہ ہماری اولاد کی شادی اِس طور سے ہو کہ جس سے نام پیدا ہو اور کوئی ہمسری نہ کر سکے حالانکہ اُن میں اتنی وسعت نہیں ہوتی مگر قرض دام کر کے اُس وقت تو شیخی اور نمائش کے طور پر سب کچھ کرلیتے ہیں اور بعد میں اُس کا خمیازہ بُھگتتے ہیں - اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کے اُبھارنے اور عزیزوں کی دیکھا دیکھی انجام پر غور کیے بغیر روپیہ صرف کرتے ہیں جس کا بعد کو بُرا نتیجہ نکلتا ہے - اگر شرع کی پابندی کے ساتھ شادی ہوگی تو کبھی فضولخرچی کی نوبت نہ آئیگی عزیزوں رشتہ داروں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں - جن لوگوں کو خدا کا خوف ہے اور مذہب کے پابند ہیں یہ اُنکا فرض

ہے کہ تمام بُری باتوں سے آگاہ کریں کہ یہ گناہ ہے اور یہہ خدائے تعالےٰ کی ناراضگی کا باعث ہے ، یہ اسراف ہے اور اسراف سے خدائے تعالےٰ ناراض ہوتا ہے ۔ جیساکہ فرماتا ہے ان المسرفین کانوا اخوان الشّیاطین یعنی اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں فضول رسمیں بالکل نہ کی جائیں مثلاً کہیں باندان ہے کہیں تھالی اور مہندیاں جسمیں فریقین کا کثیرالتعداد روپیہ خرچ ہوتا ہے اور یہ سب باتیں بیجا اور اسراف میں شامل ہیں اور روپیہ صرف کرکے گناہ مول لینا اسی کا نام ہے ۔ شادی کے وقت ناچ رنگ ہونا ، آتشبازی چھوڑنا ، گانا بجانا اور باغ بہاری وغیرہ ترک ہوجانا چاہیئے ۔ کیونکہ اِس سے نکاح کے جواز میں خلل آتا ہے ۔ جو لوگ ایسی باتوں کے شوقین ہیں وہ ضرور طعنہ زنی کرینگے کہ واہ خرچ سے مُنھ چھپانے کے لیے شرع کی پابندی اختیار کی خود کی شادی ہوئی تھی تو اُس وقت سب کچھ جائز تھا اب شرع بگھاری جاتی ہے اوّل تو ایسی طعنہ زنیوں کی پروا نہ کرے کیونکہ مخلوق کی زبان کوئی نہیں روک سکتا دوسرے ایسی باتوں کو کہنے والے کی نادانی اور جہالت سمجھکر خموشی سے ٹال دینا بہتر ہوگا یا یہ جواب دیدیا جائے کہ اپنی شادی کے وقت ناتجربہ کاری کا زمانہ تھا اور والدین کے اہتمام سے ہوئی تھی ۔ اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ کسی وقت اگر غلطی کی گئی تو ویسی ہی غلطی اب بھی کی جائے ۔ ہم زمرہُ

اخوان الشیاطین میں داخل ہونا نہیں چاہتے +

بعض لوگ مہر کے مقرر کرنے میں ایسی اولوالعزمی اور دریا دلی کا اظہار کرتے ہیں جو حیثیت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے ہزاروں اور لاکھوں سے کم مہر نہیں باندھا جاتا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ لینا دینا تھوڑا ہی ہے پھر جس قدر ہو کم ہے۔ ہمارے خاندان میں فلاں کا مہر سوا لاکھ تھا اور فلاں کا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اب ہماری بیٹی کچھ فالتو نہیں ہے کہ اس سے کم مہر باندھا جائے۔ زیادتیِ مہر سے شوہر پر دباؤ رہتا ہے اور شوہر اور اُس کے اعزا بھی اِسی خیال سے اُس کو منظور کر لیتے ہیں کہ کچھ دینا تو پڑیگا نہیں۔ حالانکہ اگر یہی خیال دل میں قائم رہا تو نکاح قطعی جائز نہیں رہا۔ لہٰذا مہر کی زیادتی سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے +

غمی میں بھی اِسی طریقہ سے پابندیِ شرع لازم ہی، تیجا دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، شش ماہی، اور برسی یہ سب اسراف اور بدعات میں داخل ہیں۔ اقارب کو کھلانے پلانے سے کوئی ثواب مُردے کو نہیں پہنچتا۔ اور بعض کو تو بیبیاں اس میں بھی ناموری کے خیال سے بہت دریا دلی سے کام لیتے ہیں جو در اصل روپیہ پانی میں ہی جاتا ہے اور کوئی ثواب اُس متوفی کو نہیں پہنچتا۔ اِس خیال سے بھی بعض لوگ اسراف کرتے ہیں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ مُردے کا مال ہضم کر لیا۔ لیکن ایسے خیالات کو بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ اگر متوفی کا کچھ مال

پس انداز ہو تو اُس کو بموجب احکام خدائے تعالےٰ خرچ کرے ورثاء پر تقسیم کرے اور محتاجوں کو دے ، خیرات کرے مگر محتاج ایسے ہوں جو مستحق بھی ہوں - ان باتوں سے روکنا بھی اُنہی اعزا اور احباب کے فرائض میں داخل ہے جو باخدا ہیں ⁂

(۴) میاں بیوی میں محبت اور سلوک قائم ہونے کے لیے زیادہ تر ضرورت شوہر کی محبت کی ہے - اگر شوہر کو محبت ہوگی اور اچھا سلوک رکھیگا تو کوئی وجہ نہیں کہ بیوی کو محبت نہ ہو - اور یہ سب کچھ فرقۂ اُناث کی کوشش سے ممکن ہے بیوی کو چاہیئے کہ ہمیشہ شوہر کی اطاعت کرے ، شوہر کی ضروریات کا خیال رکھے اور اُس کے کام کو سب کاموں سے مقدم جانے اور نیک مشورہ دیا کرے - اور بدگمانی کبھی نہ کرے ہماری بہنوں میں اکثر ایسی عادتیں ہوتی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خاوند سے ناک بھوں چڑھا لیتی ہیں اور بات بات پر اعتراض اور طعنہ زنی کرتی ہیں کہ فلاں جگہ کیوں گئے تھے اور اتنی دیر کہاں لگائی غرض سوالات کی بھرمار سے شوہر کا ناک میں دم کردیتی ہیں - ایسی بیویاں شوہر کو وبالِ جان ہوجاتی ہیں اور بجائے محبت کے اُس کو نفرت رہتی ہے ⁂

علاوہ ازیں انتظامِ خانہ داری درست نہ ہو تو مرد کو تکلیف رہتی ہے ، بیدلی پیدا ہوتی ہے - عورت کو یہ بھی چاہیئے کہ مرد سے کسی بات میں فرق نہ کرے - مثلاً شوہر

کی بغیر اجازت کہیں نہ جائے، کسی کو کچھ نہ دے۔ بہت سی عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مرد کی بے اعتنائیوں سے تعویذ گنڈے کرتی ہیں اور بہت سا روپیہ شوہر سے خفیہ طور پر صرف کرتی ہیں۔ اگر نقد موجود نہ ہو تو زیور کسی ہمسایہ وغیرہ کی معرفت رہن یا فروخت کرکے خرچ کرتی ہیں اور جب حال کھل جاتا ہے تو شرمندگی کے علاوہ شوہر کی محبت نفرت سے بدل جاتی ہے۔ اگر ایسی باتوں کا لحاظ کیا جائیگا اور یہہ کوشش کی جائیگی کہ شوہر محبت کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ شوہر کو بیوی کا خیال نہ ہو اور محبت نہ کرے۔ اور شوہر کی محبت سے یہ ممکن نہیں کہ بیوی کو محبت نہ ہو۔

(۵) سوال نمبر ۶ پر بہت غور کیا لیکن دوسری بہنوں کی مدد کی کوئی تدبیر معلوم نہیں ہوتی۔ نیز دوسری بہنوں کو آگاہ کرنا ناراضگیٔ شوہر کی زیادتی کا باعث ہے۔

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ اگر خلافِ مذہب ہے تو ضرور اصلاح طلب ہے۔ اور اصلاح کی ضرورت صرف اس قدر ہے کہ قانونِ مذہب سے متجاوز نہ ہو۔

(۷) نہ نئی روشنی کی تقلید کی ضرورت ہے اور نہ لکیر کا فقیر ہی بننا بہتر ہے بلکہ جو اچھی باتیں نئی روشنی میں ہیں اُن کو اخذ کرکے اُن پر عمل کرنا چاہیئے اور جو بُری ہیں اُن کو چھوڑنا چاہیئے اسی طرح قدیم دستور کی بُرائیوں کو ترک کرکے بھلائیوں پر قائم رہنا چاہیئے اور زیادہ تر تقلید حضرت اُم المؤمنات اور

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بہتر ہے اور یہی ترقی کا زینہ ہے *

(۸) چونکہ اسکولوں میں ہر قسم کی لڑکیاں ہوتی ہیں جن میں سے بعض کے خصائل مکروہ ہوتے ہیں اور اُن کا اچھی لڑکیوں پر بُرا اثر پڑتا ہے اُن کی عادتوں میں فرق آجاتا ہے اِس لیے میری رائے میں اسکولوں میں لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بہتر نہیں بلکہ اگر وسعت ہے تو اُستانی رکھکر پڑھوایا جائے۔ ورنہ اعزا تعلیم دیں تو بہت بہتر ہے *

(۹) اوّل اسکی تصریح ہونا لازم ہے کہ نئے اصول تیمارداری کیا ہیں۔ اُس کے بعد تعلیم کی نسبت رائے دی جاسکتی ہے *

(۱۰) تہذیب نسواں کے ذریعہ سے مختلف صوبوں کی عورتیں آپس میں اتحاد پیدا کرسکتی ہیں *

(۱۱) عورتوں کی اعلےٰ تعلیم ہونے کے بعد اخبار بینی سے مضامین لکھنے کی قوّت پیدا ہوگی اور پھر کوشش کرنے سے اصلاح ہونی آسان ہے *

عورتوں کو چاہیئے کہ بُرا بھلا مضمون لکھکر اپنے عزیز مَردوں سے اصلاح لیں اور اُسکو دُرست کراکے اخبارات میں بھیجیں اِس مشق سے پھر اصلاح کی بھی ضرورت نہیں رہیگی اور زنانہ جلسوں میں تقریر کرنے کی یہ تدبیر آسان معلوم ہوتی ہے کہ اوّل محلّہ کی عورتوں اور اپنے عزیزوں اور چھوٹی چھوٹی بچیوں کے سامنے تقریر کریں اِس طرح سے جھجک جاتی

رہیگی اور تقریروں کے مضامین ذہن نشین ہو جائینگے۔ رفتہ رفتہ بڑے بڑے جلسوں میں تقریر کرنے کے قابل ہو جائینگی ✦

(۱۳) محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا یہ طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک محلہ میں ضرور کوئی نہ کوئی تعلیم یافتہ عورت ہوگی اُس کو چاہیے کہ اپنے محلہ کی لڑکیوں کو تعلیم دیا کرے۔ اگر تھوڑا سا وقت وہ اِس کارِ ثواب میں وقف کریں تو ناممکن نہیں اور قریب ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کو بھی دقت نہیں ہوگی ✦

(۱۴) عورتوں کی جبریہ تعلیم ہونی چاہیے ✦

(۱۵) قومی لباس عورتوں کا مذہبی طریقہ کا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ کچھ بے پردگی نہ ہو خصوصاً عرب کا لباس بہت مناسب ہے ✦

(۱۶) حفظانِ صحت کے متعلق حسبِ ذیل اصول کی پابندی عورتوں پر لازم ہے :-

۱۔ مکان کی صفائی ✦

۲۔ لباس کی صفائی موسم کے لحاظ سے ہونی چاہیے ✦

۳۔ کھانا پکانے میں صفائی اور احتیاط رکھنی چاہیے ✦

۴۔ جہانتک ممکن ہو ہلکی اور زود ہضم غذا ہونی چاہیے ✦

۵۔ پانی ستھرا اور صاف رکھا جائے بلکہ جوش کرکے اور چھانکر پینا چاہیے ✦

۶۔ عورتوں کو تازہ ہوا بھی کھانا چاہیے ✦

۷۔ بعد کھانا کھانے کے کم از کم چالیس قدم ضرور ٹہلنا چاہیے ✦

۸ - بچوں کی تندرستی کے متعلق بھی عورتوں کو انہی باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے +

# بارھواں جواب

از مسز محمد واحد شریف صاحب بیگن پلی ضلع کرنول مدارس

(۱) بچوں کو دینی تعلیم و تربیت دینے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ جب بچے باتیں کرنے لگیں تو ماں ان کو روزانہ چند دینی باتیں سکھلاتی جائے۔ پہلے کلمہ سے ابتدا ہو۔ خدا کی بزرگی اور عظمت انکے ذہن نشین کرائیں۔ یہ ابتدائی تعلیم ختم ہوتے ہی دینی کتب اور قرآنِ مجید شروع کرا دیا جائے اِس کے لیے ماں کا تعلیم یافتہ ہونا لازمی ہے۔ جو باتیں ماں کی زبان سے نکلتی ہیں بچوں کے معصوم دلوں پر اُن کا اثر اِس قدر جلد اور گہرا ہوتا ہے کہ محتاجِ بیاں نہیں +

(۲) لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ انہیں کسی معزز زنانہ مدرسہ میں داخل کر دیا جائے تاکہ ہم عمر لڑکیوں کو دیکھکر پڑھائی کا شوق پیدا ہو اور ایک سے ایک پڑھنے کی اُمنگیں پیدا ہوں۔ گھر میں ماں کا تعلیم یافتہ ہونا بہت ضروری ہے تاکہ مدرسہ کا پڑھا ہوا ماں کی زیرِ نگرانی یاد کیا جائے +

(۳) شادی و غمی کی فضولخرچیاں کم ہونے کے لیے فرقۂ اُناث میں تعلیم عام اور جبری کر دی جائے۔ جب تک ہم مستورات کو تعلیم اچھی طرح نہ دی جائیگی اِن فضول اخراجات و رسومات کی بیخ کنی ناممکن ہے۔ اکثر تعلیم یافتہ مرد بھی جاہل مستورات کے زیرِ اثر فضول اخراجات کا بار اپنی گردنوں پر لیتے اور مقروض ہو جاتے ہیں۔ اِس کا باعث صرف ہماری جہالت اور بے علمی ہے *

(۴) میاں بیوی میں محبت اور سلوک قائم رکھنے کے لیے بیوی کا تعلیم یافتہ، فہیم، صابر اور سلیم الطبع ہونا ضروری ہے۔ اسکو بچپن ہی سے سہار کی عادت ہونی چاہیے۔ انکساری مستورات کے لیے عمدہ زیور ہے ہر حالت میں احکامِ شرع کی پابندی ضروری ہے *

(۵) بعض مرد جو اپنی مستورات پر ظلم کرتے ہیں اُن کو ایسے مظالم سے رہائی ملنے کی یہی تدبیر ہے کہ طرفین کے قریبی رشتہ دار مردوں کو نصیحت کریں سمجھائیں اور آپس میں جہانتک ہو سکے مصالحت کرادیں بجز رشتہ داروں کے غیروں سے ایسے کام ممکن نہیں کیونکہ پہلے تو غیروں کو ایسے مظالم کی اطلاع ہوتی ہی نہیں۔ اگر بالفرض ہوئی بھی تو غیر کیا کر سکتے ہیں؟ کس طرح سے ظالم مردوں کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ عورت اگر نیک بخت تعلیم یافتہ صاحبِ حلم ہو تو ہرگز اپنے مرد کو غصہ ہونے نہیں دیتی اور نہ مار دھاڑ کی نوبت ہوتی ہے *

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ ایک حد تک بہت مناسب ہے کیونکہ بے علمی کے باعث ہم میں بد نظر اور جاہل مردوں کی کثرت ہے۔ پاکباز اور نیک مرد دنیا میں بہت کم ہیں۔ ہم کو ہر حال میں شرع شریف پر قائم رہنا چاہیے۔ رشتہ داروں کے مکان کو جانا یا معمولی سیر و تماشہ یا تفریح کے لیے باغات وغیرہ جانا جہاں پردے کا انتظام ہوسکتا ہو کچھ بُری بات نہیں ❊

(۷) ہم کو خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدِرْ پر پابند رہنا چاہیے نئی روشنی یا قدیمی دستور سے غرض نہیں۔ جہاں اچھی اور عمدہ بات نظر آئی اُس کو اختیار کریں۔ ہمارے مذہب میں کس بات کی کمی ہے جو ہم غیر اقوام کی تقلید کرتے پھریں ❊

(۸) اسکولوں میں بھیجکر لڑکیوں کو تعلیم دلوانا بہت عمدہ بات ہے بشرطیکہ لڑکیوں پر نگرانی اچھی ہو تاکہ بُری صحبت سے بچیں اور بُری عادات و اطوار نہ سیکھیں۔ لڑکیوں کو مَردوں کی برابر اعلےٰ تعلیم کی ضرورت نہیں۔ صرف دینی تعلیم کی تکمیل کے ساتھ خانہ داری کا حساب معمولی جغرافیہ و تواریخ وغیرہ سکھلانا کافی ہے۔ اِسکے علاوہ انگریزی میں اگر ایڈریس (پتہ) وغیرہ لکھ پڑھ سکنے کی قابلیت بھی حاصل ہو تو کچھ بُرا نہیں ❊

(۹) نئے اصول کے قواعد کے پرچے آسان اُردو میں چھپواکر مُفت تقسیم کرنے سے کل مستورات کو اسکی تعلیم ہوسکتی ہے لکھائی اور چھپائی کے اخراجات چند متموّل مستورات چندہ کرکے

بہم پہنچائیں۔ اسکے علاوہ وقتاً فوقتاً اُردو نسوانی اخبارات میں درج کردیے جائیں +

(۱۰) آپس میں میل جول پیدا کرنے کا عمدہ طریقہ سوائے خط و کتابت کے دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر ایک ہی شہر کی رہنے والی ہوں تو ملاقات سے محبت بڑھ سکتی ہے۔ مگر مختلف صوبوں اور شہروں کی رہنے والی مستورات یا تو خطوں کے ذریعہ آپس میں میل جول اور محبت پیدا کرسکتی ہیں یا نسوانی اخبارات کے ذریعہ سے +

(۱۴) عورتوں کو جبریہ تعلیم ہونی لازمی اور بہت ضروری ہے ورنہ بغیر اِسکے مستورات جاہل اور بد سلیقہ ہوتی ہیں اور انکا اثر اولاد پر بھی پڑتا ہے +

(۱۵) مسلمان مستورات کا قومی لباس وہی ہونا چاہیے جو ہمارے شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ یعنی جس سے ستر عورت پوری پوری طرح پوشیدہ رہ سکے +

(۱۶) حفظانِ صحت کے اصول میں مستورات کو اپنے گھروں کے کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کرنے چاہئیں۔ اپنے جسم اور اپنے مکان کی صفائی کا خیال مقدم ہو +

نوٹ۔ ہماری اِن محترمہ بہن نے نہیں معلوم کس مصلحت سے سوالات نمبر ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ کے جوابات قلمبند نہیں فرمائے۔ لہٰذا جن نمبروں کے جواب تحریر فرمائے تھے وہ درج کردیے گئے۔ ۱۲

# تیرھواں جواب

## از شاہجہاں عارف صاحبہ اعزاز منزل آگرہ

(۱) کھیل کود میں بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کریں۔ جملہ اہلِ خانہ خود پورے مذہب کے پابند رہ کر اُن کے سامنے اپنا نمونہ پیش کریں *

(۲) لڑکیوں کی تربیت میں صرف اتنا فرق ہو کہ اُن کو بچوں کی پرورش کرنا سکھایا جائے۔ باقی تربیت و تعلیم مثل لڑکوں کے ہونی نہایت مناسب اور اچھی ہے *

(۳) اسلامی شرع کی سچی پابندی سے شادی و غمی کی فضول خرچیاں بالکل مسدود ہو جائینگی *

(۴) دونوں کو عقلِ سلیم آنے کے بعد اُن کی آزادانہ پسند و رضا سے شادی کرنے میں محبت و سلوک ہمیشہ قائم رہیگا *

(۵) اوّل۔اُن بیبیوں کو علم و ہنر کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب اور اُس کا معقول بندوبست کر کے۔ دوم۔ عورت کے نکاحِ ثانی کو مذہب کی روسے جائز ثابت کر کے اسلامی طریقہ پر رواج دیگر مدد کر سکتی ہیں۔ دوسری بہنیں بذریعہ اپنے شوہروں یا خاص عزیز مردوں کے اس سے بخوبی آگاہ ہو سکتی ہیں *

(۶) موجودہ ہندوستانی پردہ ضرور قابلِ اصلاح ہے۔ معالج مرد کو جسم کا مریض حصہ یا بغرضِ امتحان مریض کے دکھانے میں

عذر نہ ہو۔ نوکروں سے بوقتِ ضرورت گفتُ و شنید کرنے اور کام لینے میں جھجک نہ ہو۔ بغرض تفریح کسی قابلِ اعتبار مرد یا عزیز کے ہمراہ نقاب پہن کر پیدل یا سواری پر باہر جا سکیں۔ گھر کے باغ میں آزادانہ گشت کر سکیں۔ چہار دیواری کی قید موقوف ہونی چاہیے +

(۷) نئی روشنی کی بعض خراب باتوں کی اصلاح کے ساتھ اُسی کی تقلید میں پُرانے دستور کی اچھائیاں اخذ کر کے ترقی کرنی چاہیے +

(۸) اسکولوں میں بھیجکر لڑکیوں کو تعلیم دینا نہایت مُفید ہے کم خرچ و بالانشیں۔ گھر پر یہ ناممکن ہے +

(۹) چند بیبیوں کو ہمت کر کے ہسپتال وارڈس میں جا کر سِک نرسنگ وغیرہ سیکھنا چاہیے۔ بعدہٗ دوسریوں کو خود سکھانا اور اُن کو اوروں کے سکھانے کی ترغیب دینا چاہیئے بغیر عمل و مشق کے تیمار داری آ نہیں سکتی لہذا ہندو اور مسلمانوں کے ذاتی زنانہ ہسپتال ہونے چاہئیں جن میں نوعمر عورتوں کو سِک نرسنگ کی مشق و تربیت ہو سکے +

(۱۰) بڑے شہروں میں زنانہ کلب قائم کئے جائیں اُن کا شوق پبلک میں پیدا کیا جائے۔ غریب بہنوں کے واسطے کلب کی ممبری فری (بلا معاوضہ) ہو +

ہر قسم کے ہُنر وغیرہ کی نمائش ہر کلب میں چند سال کے فرق سے کیجائے۔ خاص باتوں پر انعامات مقرر ہوں

مختلف صوبوں کی تمام عورتوں کو اُس میں دعوت دینے سے آپس میں میل جول پیدا ہوسکتا ہے ÷

(۱۱) شہروں میں رہنے والی تعلیم یافتہ عورتیں ہر ماہ اپنے ہاں مفید اور کار آمد باتوں پر خود تقریریں کریں اور دوسریوں کو تقریر کا موقع دیں ہر سال ایک بڑا جلسہ کرکے اچھی تقریر کرنے والیوں کو چندہ سے انعام دیں۔ اخباروں میں کسی عورت کا لکھا ہوا عمدہ مضمون دیکھکر داد دینی چاہیے۔ ایڈیٹر صاحبان عمدہ مضامین لکھنے والیوں کو ہر سال معقول انعامات دیا کریں۔ زنانہ مضامین کی اُجرت شرائط کے ساتھ مقرر کردی جائے اس سے کامیابی بہت جلد ممکن ہے ÷

(۱۲) جب تک ہندوستانی عورتیں پوری آزاد اور اعلےٰ درجہ کی تعلیم یافتہ نہ ہوجائیں ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ ملنا مناسب نہیں کیونکہ سوائے بعض خاص کے باقی تمام ہندوستانی مرد اُن کی آزادی و تعلیم کے سخت مخالف ہیں۔ حاکم بنکر تو اچھی طرح اُن کی ترقی روک دینگے اور وہ بیچاریاں بُری طرح پامالی کردی جائینگی ÷

(۱۳) رانیوں و نواب بیگموں کو غریب لڑکیوں کے واسطے درجہ وظیفے مقرر کرنا چاہئیں امیر لوگ ایسی لڑکیوں کو خود تعلیم دلوائیں ÷

(۱۴) عورتوں کو جبریہ تعلیم ہونی نہایت ضروری ہے ÷

(۱۵) مسلمان عورتوں کا قومی لباس ہندوستان میں امر محال ہے۔ لیکن بیحد چُست یا باریک لباس جیساکہ عام رواج ہے

سختی کے ساتھ مسلمان عورتوں سے اُتروا دینا چاہیئے ÷

(۱۶) اپنے مکانات و لباسوں کو صاف و سُتھرا رکھیں۔ جہانتک ممکن ہو اپنا محلہ صاف رکھنے کی خود کوشش کریں اور اپنے مردوں سے کوشش کرائیں۔ شہر میں جہاں کہیں گندگی دیکھیں اُسی شہر کے اخبار میں اُسکے متعلق مضمون لکھیں میونسپلٹی کو توجہ دلائیں۔ ہر ہفتہ محلہ کی عورتوں کو جمع کر کے امراض کی تشنا خت اُن کی احتیاط معمولی امراض و حادثاتِ ناگہانی کے دفعیہ کی تدبیریں، ڈاکٹروں سے مشورات، مکان و لباس، ہوا پانی، غذا اور بچّوں کو صاف رکھنے کی ترغیب بذریعہ عام فہم تقریر دیں ÷

# چودھواں جواب

## از والدہ صاحبہ مشتاق ساکنہ رسول پور رلپول ضلع گڑگانوہ

(۱) زبانی اور کہانی کی طرح ÷

(۲) ماں، بڑی بہن، بڑے بھائی کے ذریعہ سے ÷

(۳) عاقبت اندیشی کے خیال سے ÷

(۴) فرمانبرداری، خدمت ÷

(۵) نسوانی پرچہ میں حقوقِ شریعت کا اظہار، اپنی عمر بھر کی قید کی مجبوریوں کے ظاہر کرنے سے اور پرچہ تہذیب نسواں

میں مضامین دینے سے اور بہنیں بھی آگاہ ہوجائینگی +

(۶) شریعت کی حد تک +

(۷) نہ ایسی نئی روشنی کی تقلید کرنی چاہیے جو احکام شریعت کے برخلاف ہوں نہ ایسی پیروی کرنی چاہیے کہ پرانی لکیر کے فقیر کہلائیں اور ترقی کے باب مسدود رہیں +

(۸) اگر اسکولوں میں پردہ وغیرہ کا پورا انتظام ہو اور منتظم بھی لائق ہو تو برائی نہیں۔ ورنہ سراسر نقصان ہے +

(۹) نئے اصول کی تیمارداری کے فوائد بتائے جائیں۔ اور پرانے اصول کی تیمارداری کے نقائص ظاہر کیے جائیں +

(۱۰) پرچہ تہذیب نسواں کے ذریعہ سے +

(۱۱) مضامین کے نکات سمجھائے جائیں۔ تقریر کی خاص خاص باتیں بتائی جائیں۔ رسالہ جات کے مطالعے کرائیں اور قدم بقدم تقلید کرائیں +

(۱۲) قطعی نہیں +

(۱۳) وہ مدرسہ جس کو مذہبی بہنیں۔ اپنے اپنے محلوں میں قصبوں میں، دیہاتوں میں اپنا تھوڑا سا وقت خرچ کر کے جاری رکھیں +

(۱۴) اس قدر کہ وہ اپنے فرائض سے واقف ہو جائیں +

(۱۵) اسکی ضرورت خاص قومی جلسوں میں ہو تو ہو۔ ورنہ نہیں +

(۱۶) صفائی، کھانا، صاف ہوا، صاف لباس، سونا۔

# پندرھواں جواب

## از مس مظہر صاحبہ علی گنج ریاست ٹونک

(۱) بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی یہ شکل ہو کہ طفلی ہی سے دینیات کا اثر ڈالا جائے۔ قرآنِ شریف اور دینیات کی کتابیں اُن کو پڑھائی جائیں اور نامی بزرگانِ دین کے قصائص بطور کہانی سنا کر اُن کا عمدہ نتیجہ ان کے دل نشین کیا جائے ✤

(۲) لڑکیوں کی تعلیم کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اُن کو طفولیت سے ہی علم کی خوبی سے آگاہ کر کے اِس ڈھب پر لگایا جائے ✤

(۳) شادی غمی کی فضول خرچیاں اِس طرح کم ہو سکتی ہیں کہ انمیں جو فضول خرچیوں یعنی فضول رسومات کی پابندی کی جاتی ہے اور بیکار اخراجات ہوتے ہیں ان کو ترک کیا جائے ✤

(۴) زن و شوہر میں اتفاق کی یہ ترکیب ہے کہ عورت مرد کی دلجوئی و اطاعت کا برتاؤ رکھے ✤

(۵) مستورات کو مردوں کے ظلم سے بچانے میں بہنیں اِس طرح مدد کر سکتی ہیں کہ ایک کتاب اس عنوان پر لکھی جائے کہ اُنہیں شوہر کی اطاعت، محبت، اور دلجوئی کی پوری پوری تعلیم کی جائے اور تمام مطالب سے کافی طور پر آگاہ کیا جائے اور سب لائق بہنیں متفق ہو کر نہایت کوشش سے اِس مضمون کی کتاب لکھیں اور اُسکو شائع کرا کر ایک ایک جلد سب بہنوں کو تقسیم

کرائی جائے ممکن ہے کہ عورات اُسے دیکھکر عبرت پکڑیں اور شوہروں کو ظلم کرنے کا موقع نہ دیں اور خود کو اُنکے مظالم سے محفوظ رکھیں کیونکہ عورات کو جو مردوں کے مظالم سے اتفاق پڑتا ہے اِس کی وجہ زیادہ تر عورتوں کی کج فہمی اور باہمی نا اتفاقی ہوتی ہے۔ اس بچاؤ کی یہ ترکیب سب سے اچھی ہے کہ مستورات ہر رنگ میں شوہر کی اطاعت و دلجوئی کا خیال رکھیں +

(۶) ہندوستان کا موجودہ پردہ قابلِ اصلاح نہیں ہے مگر صرف یہ بیجا پردہ یعنی جیسے کہ بعض جگہ عورات کو پردہ کی غرض سے سفر کرنے سے اور اُن امورات سے روکا جاتا ہے جن سے شرع شریف نے نہ روکا ہے۔ اِسکی اصلاح مناسب ہے +

(۷) نئی روشنی کی تقلید میں ترقی کرنا اور قدیم دستور کی پیروی کرنا دونوں کام مناسب ہیں۔ اکیلی نہ نئی روشنی کی تقلید مفید ہے نہ قدیمی دستور کی پیروی کافی ہے بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ جو امورات قدامت میں مفید و مناسب ہیں وہ قدامت کے اختیار کرنے چاہئیں اور جو احکام نئی روشنی کے فائدہ مند اور مناسب ہیں اُن میں نئی روشنی کی پابندی کرنی چاہیے +

(۸) لڑکیوں کو اسکول میں تعلیم دلوانا مناسب ہے +

(۹) عورات کو نئے اصول کے موافق تیمارداری کی تعلیم اسطور دینی چاہیے کہ ضروری کام ڈاکٹری کا سکھایا جائے +

(۱۰) دیگر شہروں کی رہنے والی بہنوں سے ارتباط و اتحاد پیدا کرنیکا ذریعہ خط و کتابت ہے بلکہ یہ صورت ہونی چاہئے کہ

بذریعہ اخبارات اتحاد باہمی پیدا کرنے کا اعلان کیا جائے اور اس ذریعہ سے خط و کتابت کر کے رسم ارتباط پیدا کر لی جائے*

(۱۱) اخبارات میں مضامین لکھنا، جلسوں میں تقریر کرنا مستورات کی زیادتی تعلیم پر منحصر ہے اور یہ اس طریقہ سے سکھایا جائے کہ اُنکو اس کی ترغیب دیکر اخبارات میں مضمون لکھوائے جائیں اور جلسوں میں تقریریں کرائی جائیں*

(۱۲) ہندوستان کی خود مختاری پر مستورات کا حق مساویت ہے مگر ہمیں امید نہیں جو خود اختیار حکومت سے ان کو حصہ ملے*

(۱۳) غریب لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست یہ مناسب ہے کہ حیثیت رکھنے والے لوگ ان کی مدد کریں اور صرفہ تعلیم اپنے ذمہ لیں بلکہ ایک فنڈ کھولا جائے اور اُس میں سب سے چندہ جمع کرایا جائے۔ سالانہ حسب اوقات مقرر کر دیا جائے اور اُس سے غریب لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے*

(۱۴) عورتوں کی جبری تعلیم ضرور ہونی چاہیے*

(۱۵) مسلمان عورتوں کو ایک قومی لباس کی ضرورت چنداں نہیں ہے۔ جس شہر کا جو لباس ہو وہ ٹھیک ہے البتہ اگر اسمیں شریعت کی رو سے یا تہذیب کی رو سے کوئی خرابی ہو تو مناسب اصلاح کر لینی چاہیے*

(۱۶) حفظانِ صحت کے لیے عورتوں کو ضروری تعلیم ڈاکٹری کی ہونی چاہیے اور اُس کے اصول پر کاربند رہنا چاہیے*

# سولھواں جواب

## از ش۔ ز۔ صاحبہ۔ پربھنی دکن

(۱) جب والدین دینی معاملات میں خود عامل ہوں تو اولاد بھی اُس کی پیروی کرتی ہے اور پابندِ مذہب ہوتی ہے اور عمل نہ ہو اور تعلیم بھی دیگئی تو بے سود ہے تعلیم حاصل ہونے پر عمل نہونا تعلیم کو بیکار کردیتا ہے۔ اِس لیے والدین کو چاہیئے کہ بچّوں کو تعلیم دینی اِس طرح دیں کہ خود دینیات پر عمل کریں اور اُن کو اس کی طرف توجہ دلاتے جائیں۔ مثلاً یہ کہ کہا جائے کہ تمباکو پینا بہت بُرا ہے تو باپ کو چاہیے کہ کبھی ایسا نہ کرے کہ بچہ اُس کو تمباکو پیتا ہوا دیکھے وغیرہ۔ میرے خیال میں ایک طرح کی تربیت تعلیم دینی کا بہترین طریقہ ثابت ہوگی ✣

(۲) لڑکیوں کی تعلیم جیسی والدہ دے سکتی ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔ اور اُس کا طریقہ وہی ہے کہ خود والدہ اپنے ساتھ تعلیم و تربیت دے اور اگر فی زمانہ ماں تعلیم سے ناواقف ہو تو بذریعہ اُستانی اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت کرے ✣

(۳) شادی وغمی کی فضول خرچیاں جب ہی کم ہونگی کہ اُمراءِ متوسطین ان کو ترک کریں۔ غربا اگر ترک کریں تو وہ نظرِ حقارت سے دیکھے جاتے ہیں اِس لیے بڑے لوگوں کو فضول خرچیاں کم کرنی چاہئیں ✣

(۴) میاں بیوی میں جب ہی محبت قائم ہوتی ہے کہ ابتدا ہی سے لڑکی کو اِس امر کی تعلیم دی جائے کہ خاوند کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ کرے چنانچہ پُرانے لوگوں میں یہ عمل اب تک جاری ہے اِس وجہ سے اُن میں محبت کی زیادتی ہے - یہاں اب تو اگر ذرا ماں باپ کا سہارا ہوا یا ماں باپ زیادہ سلوک اپنی لڑکی کے ساتھ کرنے لگے تو فوراً لڑکی میں تبختر پیدا ہوا - اور وہ خاوند کی پروا نہ کرکے اُس کی رائے کے خلاف کرنے لگتی ہے - اِس لیے خاوند کی محبت میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور محبت کی جگہ نفرت لے لیتی ہے - عورت کو چاہیئے کہ ہر حالت میں اور ہر وقت خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری میں سرگرم رہے *

(۵) بعض مرد جو ظلم کرتے ہیں تو وہی صورتِ بالا ہے کہ خلافِ مزاج خاوند کے کوئی کام نہ کرے ظلم کم ہوتے ہوتے ہوجاتا ہے کیونکہ ع نبُرد تیز نرم را تیغ تیز - دوسروں کی تائید ہرگز مناسب نہیں اور دوسروں کو اِس کی اطلاع بھی نہ ہونی چاہیئے ورنہ زیادتیِ ظلم یقینی - یہ بے زبانی کے ساتھ اطاعت رفعِ ظلم کے لیے امداد کا بہترین طریقہ ہے - اِلّا ماشاءاللہ *

(۶) موجودہ پردہ بہت ہی درست ہے مگر اِس میں اتنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ بے ضرورت باہر آمد و رفت یا غیر سے گفت و شنید نہ ہو - اور جب ضرورت ہو تو خواہ مخواہ روکا نہ جائے - مثلاً ریل کی آمد و رفت میں مکان کی طرح پردہ دشواریوں کو

بڑھانے والا ہے۔ بس شرعی پردہ کافی ہے ؞

(۷) نئی روشنی کی تقلید یا قدیمی دستور کی پیروی سے کچھ بحث نہ کرنی چاہیے۔ زمانہ ہمارا اُستاد ہے۔ نئی روشنی کا لیمپ ہو یا قدیمی دستور کی شمع ہم کو اپنی ترقی کے لیے جس سے ہو خذ ما صفا دع ما کدر کا نور حاصل کرنا چاہیے ؞

(۸) اسکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم فائدہ مند تو ہے مگر اُستانی پر کامل اعتماد ہو تو اسکول میں روانہ کرنا زیادہ مفید ہے ورنہ بے سود ہے ؞

(۹) تیمارداری کی تعلیم جب تک خاوند یا باپ واقف نہ ہو ہو نہیں سکتی پہلے خود واقف ہو کر اپنی عورت یا بچّی کو تعلیم دیں تو زیادہ مُفید ہوگا یا ایسی عورت جو تعلیم یافتہ دواخانہ کی ہو اُسکو ملازم رکھکر تعلیم دلانا ہوگا۔ اسکول ہو تو فقرۂ بالا مدِّ نظر رہے ؞

(۱۰) مختلف صوبوں کی عورتوں سے شناسائی خط وکتابت سے پیدا ہوسکتی ہے اور سالانہ زنانہ کانفرنس کے انعقاد سے اِس کا استحکام ہوسکتا ہے ؞

(۱۱) مضامینِ اخبار عورتوں کو دکھا کر اُن سے جوابات لکھوانا اور خود اصلاح دینا اور اپنے روبرو اُن کو تقریر کرنے کی مشق کرانا ؞

(۱۲) یہ قبل از وقت ہے سردست اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ؞

(۱۳) غریب اور محتاج لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست مدِ خیراتِ عام سے ہونا چاہیے ؞

(۱۴) ہمارے ملک میں جبریہ تعلیم مردوں کے لیے جب تک جاری نہ ہو عورتوں کے لیے یہ سوال نہیں اُٹھایا جاسکتا ✤

(۱۵) چولی، کرتہ، صدریہ یا (جاکٹ) پاجامہ، دوپٹہ یا پاجامہ و دوپٹہ کی جگہ ساڑی ✤

(۱۶) حفظانِ صحت کے لیے گھر کا ضروری کام کرنا چاہیے جو عورت زیادہ کام کی عادی ہے اُس کی صحت بہت اچھی رہتی ہے ✤

# آخری جواب

کتاب تیار ہوچکی، چھاپہ خانہ نے چھاپنا بھی شروع کردیا اس وقت اتفاق سے نورچشمی سعادت نشاں فاطمہ صدیقہ نظامی والیہ ریاست مانا بدر کاٹھیاواڑ دہلی میں آئیں اور میں نے اُن سے اس کتاب کا ذکر کیا۔ چونکہ عزیزہ موصوفہ بڑی دیندار اور تعلیم جدید و قدیم سے آراستہ پیراستہ خاتون ہیں اور اپنے مُلک کی عورتوں میں خصوصاً مسلم مستورات سے ان کو کمال درجہ محبت ہے اس واسطے اُنہوں نے اس کتاب کے مضمون سے بڑی دلچسپی ظاہر کی میں نے یہ دیکھکر اُن کو بھی سوالات سُنائے اور کہا کہ تم بھی ان کا جواب لکھو ✤

وہ بسبب علالت اور ریاست کے کاروبار کی مصروفیت کے جو یہاں دہلی میں بھی تھوڑے بہت کرنے پڑتے ہیں یہ

جوابات خود لکھ تو نہ سکیں مگر اُنھوں نے میرے سامنے ہر سوال کی نسبت ایک مفصل تقریر کی جگہ جگہ میں جرح کرتا گیا اور وہ جواب دیتی گئیں۔ اُس گفتگو کو میں نے اپنے الفاظ میں قلمبند کرلیا اور پھر اُن کو سُنادیا۔ جس کو اُنھوں نے تسلیم کیا کہ اُنکے خیالات کی پوری شرح ادا ہوگئی ہے +

اُن کی چھوٹی بہن عزیزہ خیر النسا بی بی نے بھی بعض سوالات کے جواب دینے میں اپنی بڑی بہن کو مدد دی۔ کیونکہ وہ بھی انگریزی تعلیم یافتہ اور بہت ذہین لڑکی ہے +

امید ہے کہ ۱۶ سولہ سوالات کے ۱۶ سولہ جوابات ختم ہونے کے بعد یہ آخری سترھواں جواب بعض خوبیوں کے اعتبار سے بہت دلچسپ اور بہت مفید سمجھا جائیگا جیسا کہ میں خود اس کو بہت کار آمد خیال کرتا ہوں +

حسن نظامی

## ۱۶ سولہ سوالات کی نسبت

### جناب فاطمہ صدیقہ صاحبہ نظامی والیۂ ریاست مانا بدر کاٹھیاواڑ کے خیالات

## پہلے سوال کا جواب

امیر گھرانوں میں سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ انکے

بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا خیال کیا جائے کیونکہ غریب اور درمیانی درجہ کے لوگوں پر امیروں کی ہر بات کا اثر پڑا کرتا ہے - اگر امیروں کے بچوں کی تعلیم و تربیت اچھی ہوگی تو ان سے کم حیثیت کے آدمی بھی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا اچھا بندوبست کیا کرینگے ✤

آجکل بعض والیانِ ریاست اُمرا بچوں کی دینی تعلیم کی طرف سے بہت غافل پائے جاتے ہیں اور شروع سے بچوں کو انگریزی تعلیم اور انگریزی طرز کی تربیت پر لگادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرکاری قاعدے اور دستور اس کی اجازت نہیں دیتے کہ بچوں کو دینی تعلیم و تربیت دینے میں وقت خرچ کیا جائے کیونکہ وقت تھوڑا ہوتا ہے اور انگریزی تعلیم و تربیت کے سوا اور کسی کام میں وقت خرچ نہیں ہوسکتا - بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شروع میں دینی کتابیں پڑھانے سے بچوں کی دماغی طاقت زیادہ خرچ ہوجاتی ہے - اور ان میں آزاد خیالی کا جوش باقی نہیں رہتا اور وہ تنگ نظر اور سست خیال ہوجاتے ہیں ✤

میں ان تمام خیالات سے اتفاق نہیں کرسکتی میرے نزدیک سرکاری تعلیم نے ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جسکے سبب کوئی والیِ ریاست مذہبی تعلیم سے روکا گیا ہو - اور نہ کسی ریاست میں ایسا کوئی قاعدہ مقرر ہے جو مذہبی تعلیم کا روکنے والا ہو - میں اسکو بھی نہیں مانتی کہ مذہبی تعلیم کے لیے وقت بچانا مشکل ہوتا ہے کیونکہ امیروں کے بچے بہت سا وقت فضول برباد کرنے کے

بعد درسگاہوں میں جاتے ہیں۔ اور اِس کو تو میں کسی طرح صحیح نہیں کہوں گی کہ دینی کتابیں پڑھنے سے تعصب پیدا ہو جاتا ہے یا دماغی قوت زیادہ خرچ ہو جاتی ہے۔ یا ان میں بلند نظری اور وسیع خیالی باقی نہیں رہتی کیونکہ مجھے ایسی بہت سی مثالیں معلوم ہیں کہ جن امیر بچوں کی شروعات میں مذہبی تعلیم و تربیت اچھی طرح ہوئی وہ انگریزی تعلیم کے وقت بڑے محنتی اور شوقین اور اونچے خیالات اور پکی سمجھ کے ثابت ہوئے۔ اور ایک مثال بھی تنگ خیالی کی نہ ملی بلکہ جو بچے ابتدا ہی سے انگریزی تعلیم و تربیت میں لگا دیے گئے اور مذہب کی واقفیت اور مذہب کی اخلاقی تربیت سے ان کو محروم رکھا گیا بڑے ہونے کے بعد ان کے اندر ایسی خرابیاں نظر آئیں کہ نہ انگریزوں کی خوبیاں ان میں پائی گئیں نہ ہندوستانی شرفا کی عادت اور وضع داری باقی رہی۔

میری رائے ہے کہ جن امیر بچوں کو شروع میں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرکے انگریزی تعلیم و تربیت کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اُن کی ذہنی لیاقت کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور وہ انگریزی تعلیم و تربیت کے فائدوں کو صحیح طور سے استعمال کرسکتے ہیں اور خرابیوں کا ایک شمہ بھی اُن میں نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہر دماغ جب ہی اصلی نشو و نما حاصل کرسکتا ہے جبکہ قومی خصلت کے موافق اسکی اُٹھان شروع ہو۔

اب میں یہ بتادوں گی کہ بچوں کو دینی تعلیم و تربیت کیونکر دینی

چاہیے ٭

سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ بچوں کے ماں باپ مذہب کے پابند ہوں اور خدا کی عبادت کرتے ہوں۔ مذہب کی رسموں کا گھر میں چرچہ رہتا ہو۔ کہ بچے سب سے زیادہ دیکھکر اور سُن کر سیکھا کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہ ضرورت ہے کہ ماں یا کھلانے والی انا یا آیہ بچوں کو ان کی سمجھ کی موافق دینی باتیں بتایا کرے ٭

امیروں کے بچوں کے لیے ہزاروں روپیہ اچھے کپڑوں اور اچھے کھانوں اور اچھے کھلونوں میں خرچ کیا جاتا ہے مگر بڑی تنخواہوں کے شریف دیندار مہذب اتالیق کم رکھے جاتے ہیں اور اس معاملہ میں کفایت شعاری برتی جاتی ہے۔ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ بچوں کے ملازم اور ہر وقت ان کے پاس رہنے والے نوکر بھی اعلےٰ خاندان اور اعلےٰ تعلیم کے نہیں ہوتے حالانکہ یہ سب سے بڑی ضروری چیز ہے ٭

ہندوستان والے بڑی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سینکڑوں روپئے ماہوار کے معلّم نوکر رکھتے ہیں اور چھوٹی عمر کے بچوں کو ٹکے کے میاں جی سے پڑھوایا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی اصولی غلطی ہے۔ چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے سینکڑوں بلکہ ہزاروں روپئے ماہوار خرچ کر کے بڑے بڑے لائق معلّم اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ خاندانی اور شریف نوکر رکھنے چاہئیں اور جب بچے اونچے درجوں میں جائیں تو کم خرچ کے معلّم کافی ہیں

کیونکہ بچے بڑے ہونے کے بعد تو خود سمجھ دار ہو جاتے ہیں اُس وقت زیادہ تنخواہوں کے معلمین کی ضرورت نہیں رہتی شروع میں دماغ اور ذہن کی بنیاد بناتے وقت اچھے اور لائق اُستاد اور شریف خاندان بلند خیال نوکروں کی صحبت میں بچوں کو رکھنا چاہیے ؛

میرے خیال میں امیر بچوں کو غریب کے محلوں میں جانے اور جاہل بچوں کے ساتھ کھیلنے سے روکنا بہت ضروری ہے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے اِس طرح رات دن مصروف رہنا چاہیے جیسے کسی بیمار کی خبرگیری میں تیماردار لوگ محنت کیا کرتے ہیں۔ اور ایک منٹ کے لیے بھی غفلت نہیں کیجاتی جسکو خدا نے بچے دیے ہیں اُس پر ایک بڑا بوجھ ڈال دیا ہے اُسکو چاہیے خدا کی امانت کا حق پوری طرح ادا کرے۔ اور وہ یہی ہے کہ ہر وقت اِس کا خیال رکھے کہ بچوں کے سامنے مذہب کا ذکر کیا جائے۔ مذہبی قصے سُنائے جائیں، مذہبی عمارتیں یا اُن کی تصویریں دکھائی جائیں، مذہبی میلوں کی سیر کرائی جائے، مذہبی آدمی اس کو دکھائے جائیں اور ان کی تعریف اور خوبیاں بیان ہوتی رہیں ؛

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دین و مذہب خدا کے اقرار اور عبادت اور اچھے اخلاق کا نام ہے جھگڑے اور فرقہ بندی کی اختلافی باتیں بچوں کے سامنے نہ کہی جائیں ورنہ وہی تنگ خیالی اور تعصب پیدا ہو جائیگا جس کا فرضی اندیشہ بعض امیر دل کو ہوا کرتا ہے۔ نیز دینی تعلیم میں یہ بھی بتانا ضروری ہے

کہ انسان کو دنیا کے حاصل کرنے اور اس میں ترقی کرنے کی اجازت ہے۔ اور دنیا میں عزت و دولت و خوشحالی کی زندگی بسر کرنا دینداری کے خلاف نہیں ہے ÷

## دوسرے سوال کا جواب

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا اصولی جواب تو پہلے سوال کے جواب میں ایک حد تک آگیا ہے مگر خاص لڑکیوں کیلئے یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ لڑکوں کی بہ نسبت بچپن میں بہت ذہین، باتونی اور غور کرنے والی ہوتی ہیں۔ جس وقت انکی زبان کھلے اور وہ بولنا شروع کریں اُسی وقت والدین کو چاہیے کہ یا تو خود اور یا بڑی تنخواہ کی عمدہ اُستانیاں اِس کی کوشش کریں کہ لڑکی کے ہر سوال کا جواب تعلیمی انداز سے دیا جائے یعنی وہ جس بات کو یا جس چیز کو پوچھے کہ یہ کیا ہے اور کیوں ہے تو اُس کا جواب ایسا دلچسپ اور بڑا ہونا چاہیئے کہ باتوں باتوں میں ایک پورا سبق ہو جائے ÷

اِس کی بڑی ضرورت ہے کہ لڑکی کے خاندان کی تاریخ اُسکے مذہب اور قوم کی تاریخ اور خانگی رسم و رواج اور بلند خیالات اور نیکی و شرافت و شرم وحیا کا ذکر اُس کے سامنے ہوا کرے۔ اور جب وہ ذرا ہوشیار ہو جائے تو سسرال والوں کی اچھی باتیں اور خاوند والی عورتوں کی نیکیاں کہانیوں کے پیرایہ میں اُسکو اکثر سنائی جائیں ÷

گڑیوں کے کھیل کے ذریعہ سے لڑکیوں کی دینی دنیاوی اور اخلاقی تعلیم بہت اچھی طرح ہوسکتی ہے بشرطیکہ اُستانیاں دانشمند اور لایق ہوں اور ہمہ تن متوجہ ہوکر اپنا وقت اِس ایک ہی کام میں خرچ کریں - یہ نہ ہو کہ بڑی بیوں کی مصاحبت میں سارا دن اور ساری رات لگی رہیں اور لڑکیوں کو کسی مقررہ وقت کچھ بتادیا تو بتادیا ورنہ کچھ خبر نہ لی +

# تیسرے سوال کا جواب

شادی غمی کی فضول خرچی جب دور ہوگی کہ بڑے بڑے پیر اور بڑے بڑے فقیر اور بڑے بڑے مولوی اور بڑے بڑے امیر یا اور کسی طرح کا بڑا اثر رکھنے والے لوگ اپنے گھروں کی شادی غمی کی رسموں میں فضول خرچی کرنا چھوڑ دینگے - کیونکہ چھوٹی اور جاہل لوگ اپنے سے اونچے درجے والوں کی تقلید کیا کرتے ہیں +

بڑے آدمیوں میں اصلاح کا شوق پیدا کرنے کی بڑی ضرورت ہے - اگر قومی اخبارات اور قومی جلسے اصلاح کرنے والوں کا دل بڑھائیں اور اُن کی حمایت و تعریف کریں اور فضول خرچیاں کرنے والوں کی بُرائیاں کی جائیں تو خود بخود لوگوں کو اصلاح کا شوق ہوجائیگا +

جو لوگ شادی غمی میں فضول خرچی کرتے ہیں اُن کو اخباروں اور گھروں کی بات چیت میں خوب طعنے دے دیکر شرمندہ

کرنا چاہیے کیونکہ یہ فضول خرچیاں نام نمود کے لیے ہوا کرتی ہیں۔ جب وہ لوگ دیکھینگے کہ اِس میں تو نیک نامی کی جگہ بدنامی ہوتی ہے تو وہ خود اسراف کی رسموں کو چھوڑ دیں گے۔

**حاصل خلاصہ** یہ ہے کہ مذہبی احکام کی امداد اور دنیاوی حکمت عملیوں کے سہارے لگاتار کوشش کی جائے گی جب اِن فضول خرچیوں کی روک تھام ہوگی +

## چوتھے سوال کا جواب

میاں بیوی میں محبّت قائم کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ جن گھروں میں میاں بیوی کا سلوک اچھّا ہو اُن کی تعریف اخباروں میں چھپا کرے۔ جب کسی شادی غمی کے موقع پر عورتیں جمع ہوں تو ایسے میاں بیوی کی خوب تعریف کریں جو آپس میں اچھا سلوک رکھتے ہوں +

عورتوں کو چاہیے کہ وہ اُس عورت سے بیزاری کا اظہار کیا کریں جو شوہر سے محبّت نہیں رکھتی۔ جب کوئی عورت اپنے شوہر کی بُرائی بیان کرے تو عورتوں کو چاہیے کہ وہ اُسکی حمایت نہ کریں اور سب ملکر اُسی کو طعنے دیں کہ تجھکو خاوند کا خوش رکھنا نہیں آتا۔ اور مردوں کو یہ چاہیے کہ جب کسی مرد کی نسبت اُن کو معلوم ہو کہ اس کا اس کی بیوی سے کچھ بگاڑ ہے تو اسکو سمجھائیں اور غیرت دلائیں اور کہیں کہ میاں وہ آدمی بہت ہی بے عقل ہے جو ناقص العقل عورت سے لڑتا ہے۔ عقلمند

مرد وہ ہے جو عورت کی زیادتی پر صبر کرے اور عقل سے کام لیکر جھگڑے کی بات کو دور کردے۔ تمہاری لیاقت اسی میں ہے کہ کم عقل عورت کو خوش رکھو۔

اخباروں اور کتابوں میں محبت وسلوک کے قصے کثرت سے شائع ہونے چاہئیں۔ جن کو پڑھکر عورت اور مرد کو خود ہی غیرت آئیگی اور آپس میں سلوک و محبت کا برتاؤ کرنے لگینگے۔ زندگی کا تجربہ جب عورت مرد کو ہو جاتا ہے وہ لڑائی اور رنجش کے کاموں سے خود ہی احتیاط کرتا ہے اس لیے تجربہ کار مصنفوں کو چاہیے کہ وہ ایسی کتابیں کثرت سے تصنیف کرکے شائع کریں جن میں خانگی مشکلات حل کرنے کی ترکیبیں درج ہوں۔ اور عورت کو مرد کے مزاج برداشت کرنے کی نصیحت کی جائے اور مرد کو عورت کی دل داری کرنے کا طریقہ بتایا جائے۔

میں اس کو تسلیم نہیں کرتی کہ یورپ میں چونکہ دولھا دلہن اپنی مرضی و پسند سے شادی کرتے ہیں اس واسطے اُن میں سلوک و اتحاد زیادہ ہوتا ہے کیونکہ میں انگریزی اخبارات اور یورپ کے زنانہ رسالوں میں اکثر اوقات پڑھتی ہوں کہ وہاں بھی میاں بیوی کے تنازعات ہوتے ہیں۔

یورپ و امریکہ میں میاں بیوی کی محبت زیادہ تر اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہاں تعلیم عام ہے اور عورت مرد دونوں ایک دوسرے پر اعتبار اور بھروسہ کرنے کی حکمت کو جانتے ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شاہی قانون اور سوسائٹی کا دباؤ بہت سی

باتوں سے باز رکھتا ہے ۔

ہندوستان میں مذہبی تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کو اچھی طرح دی جائے اور وہ مذہبی احکامِ خانہ داری کو پوری طرح سمجھ لیں اور پھر انگریزی طرزِ معاشرت سے بھی ان کو آگاہی ہو جائے تو ان میں یورپ و امریکہ سے بہت زیادہ گھریلو محبت نظر آنے لگے۔ کیونکہ ہندوستان کی عورتیں تو تمام دنیا سے زیادہ شوہر کی چاہنے والی ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ میں تو وہ شوہر کی لاش کے ساتھ جلکر مرجاتی تھیں ۔

مجھے افسوس ہے کہ بعض ہندوستانی گھروں میں میاں بیوی کی رنجشوں کے سبب رات دن دوزخ کی سی تکلیف رہتی ہے۔ اس کے اسباب میرے علم کے بموجب عموماً یہ ہوتے ہیں :-

(۱) دینی و دنیاوی تعلیم کی کمی ۔

(۲) افلاس کی زیادتی ۔

(۳) عورت کا خود مختار ہو کر علیحدہ گھر میں رہنے پر اصرار کرنا اور شوہر کے ماں باپ کی حکومت سے آزادی چاہنا ۔

(۴) قیمتی کپڑوں اور زیورات کی لا انتہا حرص ۔

(۵) مردوں کا کئی شادیاں کرنا ۔

پس پہلے اور دوسرے سبب کا علاج تو تعلیم کی اشاعتِ عام سے ہو سکتا ہے۔ اور تیسری وجہ کا علاج یہ ہے کہ جب کوئی عورت علیحدہ گھر میں رہنے پر اصرار کرے تو اگر حالات

اجازت دیں تو مرد کو چاہیے کہ عورت کی خواہش کو پورا کرے کیونکہ عورت کے انتظامات کی خوبی جب ہی ظاہر ہوگی کہ وہ آزاد و خود مختار ہو کر کام کرے۔ عورت کی فطرت میں قدرتاً خانہ داری کی ذمہ داری اُٹھانے کا شوق رکھا گیا ہے جو خود مختاری اور ساس نندوں سے جُدا ہوئے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

چوتھی وجہ کی اصلاح مذہبی فتووں اور لائق مصنفوں کی تحریروں کے ذریعہ کرنی چاہیے۔ جن میں سادہ زندگی کی نصیحت کی جائے اور زیور و کپڑے کے اندھا دھند شوق سے روکا جائے۔

پانچویں وجہ خود مردوں کے قابل غور ہے کہ اگر کوئی خاص اور اشد ضرورت کئی شادیاں کرنے کی نہ ہو تو محض ہوس نفسانی کے لیے کئی نکاح کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

قصہ مختصر میاں بیوی کے سلوک و محبت کے لیے بڑی تن دہی سے کوشش کرنی چاہیے کہ ملک کی خانگی زندگی اسکے سبب جگہ جگہ غیر مطمئن نظر آتی ہے۔

## پانچویں سوال کا جواب

یہ بہت مشکل سوال ہے۔ اوّل تو یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مرد عورت پر ظلم کرتا ہے یا عورت اپنی بے عقلی و جہالت سے مرد کو ستاتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر ثابت بھی ہو جائے کہ زیادتی مرد کی ہے تب بھی کوئی غیر متعلق عورت کسی دوسرے گھر کے معاملہ میں دخل دینے کا قانون اور رواج کی رو سے حق

نہیں رکھتی۔ تاہم مجھے اقرار ہے کہ بعض عورتیں مردوں کے ناروا ظلم کا شکار ہوتی ہیں اور مجھ پر ہم جنس ہونے کی وجہ سے انکے ساتھ ہمدردی کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے۔ اس لیے کہتی ہوں کہ اوّل تو عورت کو عقل و محبت کی طاقت سے اس تکلیف کو خود ہی دور کرنا چاہیے اور جب یہ نہ ہوسکے تو قومی اخبارات میں اسکی اطلاع بھیجی جائے یا خاندان کے بزرگوں کو خبر دی جائے۔ عورت پڑھی لکھی نہ ہو تو پڑوس کی یا واقف کار عورتیں اس فرض کو ادا کریں۔ نیز مردوں کو چاہیے کہ جب کبھی ان کو کسی مرد کے مظالم کی اطلاع ہو وہ اُس کو پہلے نرمی سے نصیحت کریں اور نہ مانے تو ترکِ تعلقات کی اُس کو سزا دی جائے۔

میاں بیوی کے سلوک کے جواب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس کو بھی اس جواب میں پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ تکلیف دور ہو جائیگی۔

## چھٹے سوال کا جواب

ہندوستان کا موجودہ پردہ یقیناً قابلِ اصلاح ہے۔ مگر آجکل کی بے پردگی کا بے محابا شوق بھی اصلاح کرنے کے لائق ہے جو بعض خاندانوں میں ہوتا جاتا ہے۔

پردے کی موجودہ سختی کہ عورت کی آواز بھی کوئی نہ سُنے اُسکے کپڑوں کو بھی کوئی نہ دیکھے۔ ہوا بھی گھر کے اندر نہ جا سکے۔ یا جیسے کہ آجکل دہلی آنے کے بعد معلوم ہوا کہ بعض شریف اور تعلیمیافتہ

گھرانوں کی عورتیں پردہ کی اس قدر پابند کردی گئیں ہیں کہ غیر علاقہ کی پردہ نشین عورتوں سے بھی ملاقات نہیں کرسکتیں۔ اور ان کو ان کے وارث اس شرعی آزادی سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہیں یقیناً اس قابل ہے کہ ہر مسلمان بحکم اسلام اسکی مخالفت کرے عورتوں کے نام کا پردہ کیا جاتا ہے اور صرف نام کے حرف لکھے جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ پیغمبر خدا صلعم کی بیویوں اور بیٹی کے نام عام طور سے ہر شخص لیتا ہے تو کیا یہ اُمتی لوگ اپنے رسولؐ سے بھی زیادہ شریف اور غیرت دار ہیں ؟

آواز کا پردہ بھی شریعتِ اسلام کے خلاف ہے رسولِ خدا کی پاک بیوی حضرت عائشہ صدیقہؓ وفاتِ رسولؐ کے بعد پردہ کے اندر بیٹھکر مسلمانوں کو مسائل سکھایا کرتی تھیں۔ اور جنگِ جمل میں خود لڑنے کو تشریف لے گئی تھیں +

اور عورتوں کا عورتوں سے پردہ تو نہایت وحشیانہ رسم ہے اسلام کی تعلیم میں کہیں بھی اِس کا ذکر موجود نہیں ہے نہ شرفائے اسلام کے طرزِ زندگی میں اس کا کہیں ثبوت ملتا ہے +

میری رائے میں عورتوں کو پورا پردہ دار بُرقع پہنکر باہر نکلنا چاہیئے اگر جوان عورت باہر جانا چاہے تو اکیلی کبھی نہ جائے بلکہ کوئی محرم اُس کے ہمراہ ہو +

چہرہ کا پردہ بہت ضرور ہے جو عورتیں مُنھ کھول کر مجمع عام میں جانے لگی ہیں یہ شریعت کی رو سے جائز ہو یا ناجائز مگر احتیاطِ وقت کے تقاضہ سے نہایت بُری بات ہے +

بے پردگی میں یورپ کی تقلید بالکل غلط خیال ہے۔ یورپ کے خیالات و عادات میں ہمارے خیال و عادت سے بہت فرق ہے۔ وہاں یہ بے پردگی عام ہے ہمیں اُن کی ریس نہ کرنی چاہیے کہ ان کی عزت و عصمت کی حفاظت سلطنت کا رعب کرتا ہے اور ہم محکوموں کے لیے پردہ سب سے بڑا محافظ ہے ؛

مسلمان خواہ کیسا ہی غریب اور بے حیثیت ہو اُس کا گھر ایک قدرتی قلعہ ہے اور کسی شخص کی طاقت نہیں ہے کہ پردہ دار گھر میں اُس طرح گھس جائے جس طرح بے پردہ گھر میں بے تامل چلے جاتے ہیں۔ پردہ اُٹھ گیا تو ہمارے یہ کروروں قلعے ہاتھ سے چھن جائیں گے جنھوں نے ہماری دھاک بٹھا رکھی ہے۔ عورتوں کی تعلیمی ترقی اور تربیت کی تکمیل بہت کچھ اِس پر منحصر ہے کہ وہ برقعے اوڑھ کر اور پردہ کی احتیاط کر کے گھروں سے باہر نکلیں اور دنیا کو دیکھیں ؛

مسلمانوں کو بہت جلد یہ اصلاح کرنی چاہیے۔ مگر صرف اسی حد تک ؛

## ساتویں سوال کا جواب

نئی روشنی کی جتنی باتیں ہماری دینی حیثیت اور قومی شرافت کے خلاف نہ ہوں اُن کو ضرور اختیار کر لینا چاہیے۔ اور پُرانے دستوروں میں جو باتیں دین دنیا کے خلاف نظر آئیں اُنکو ترک

کر دینا چاہیے ٭

میں نئی روشنی کو بعض اعتبارات سے ترقی نسواں کا رفیق سفر تصور کرتی ہوں۔ لیکن بعض باتوں میں نئی روشنی کی آزادیاں از حد قابلِ احتیاط ہیں ان سے بچنا چاہیے ٭

مثلاً کھانے، پینے، صاف رہنے، بچوں کی پرورش و تربیت کرنے میں ہم نئی روشنی کی اچھی باتوں کو اختیار کر سکتے ہیں۔ اور بعض پرانے دستوروں کو ترک کر دینے کی ضرورت ہے ٭

میرا خیال ہے کہ نئی روشنی میں جس قدر اچھی باتیں ہیں وہ اسلام کی تلقین پر عمدگی سے عمل در آمد ہے۔ جس کو ہم مسلمان بھول گئے ہیں پھر اس نفرت کرنے کی کیا ضرورت ہے ٭

جو قوم ضد اور نفرت میں مبتلا ہوتی ہے وہ کامیاب نہیں ہوتی اور جو آنکھیں بند کر کے تقلید کرتی ہے وہ بھی برباد ہو جاتی ہے ٭

## آٹھویں سوال کا جواب

اسکول میں اگر پردہ کا بندوبست اچھا ہو اور دینی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو یا کم از کم مذہب کے خلاف کوئی بات وہاں نہ ہو تو خانگی تعلیم سے اسکول میں تعلیم دلانا بہت اچھا ہے کیونکہ سب سے بڑی قوت دماغ پر اثر کرنے والی بہت سی ہمجنس لڑکیوں کا ایک جگہ جمع ہونا ہے ٭

مگر یہ خیال ضرور رکھا جائے کہ اُسی اسکول میں لڑکیاں داخل کی جائیں جہاں شریف خاندان اور نیک چلن گھرانوں کی لڑکیاں

آتی ہوں ورنہ بُرے لوگوں کی صحبت زہر قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ مشن اسکول میں لڑکیوں کے پڑھوانے کے میں سراسر خلاف ہوں۔

# نویں سوال کا جواب

ہر زنانہ اسکول میں لڑکیوں کے لیے نرسنگ کلاس کھولے جائیں۔ ڈاکٹروں کی کتابیں جو اس فن سے تعلق رکھتی ہوں تعلیم یافتہ عورتیں مطالعہ کریں۔ لڑکیوں کے اخباروں اور رسالوں میں ایسے مضامین چھپیں جن میں تیمارداری کے طریقے واقعات کی صورت میں لکھے گئے ہوں۔

خاص خاص مقامات پر پردہ دار اسکول کھولے جائیں جہاں صرف تیمارداری کے طریقے سکھائے جائیں اور ہر شریف خاندان کی عورتیں اور لڑکیاں وہاں تعلیم حاصل کریں کیونکہ تیمارداری سے ناواقفیت کے سبب ہمارے گھروں میں صدہا موتیں ہوتی ہیں خصوصاً بچے تو زیادہ تر اسی بے خبری کا شکار ہوتے ہیں۔

# دسویں سوال کا جواب

صوبہ وار زنانہ جلسے ہوں ہر صوبہ میں زنانہ اخبار جاری کیے جائیں اور ایک صوبہ کی عورتیں دوسرے صوبہ کے اخباروں میں مضامین لکھیں۔ مگر میرے خیال میں یہ بہت دور کا راستہ ہے قریب راستہ اتحاد پیدا کرنے کا یہ ہے کہ شادیاں مختلف صوبوں میں ہوا کریں۔ یعنی پنجاب والے بنگال میں شادی کریں اور بنگال والے

مدراس میں اور بمبئی والے یوپی میں اس طرح بہت جلد عورتوں کا باہمی اتحاد ہو جائیگا۔ کیونکہ عورتوں کے میل اور مستقل تعلقات سے اتحاد اصلی صورت میں پیدا ہو گا۔ اور ایک صوبہ کی خصوصیات اور خوبیاں دوسرے صوبہ میں پھیل جائینگی اور سہولت بھی ہو گی۔

## گیارھویں سوال کا جواب

زنانہ اسکولوں میں اسکا بندوبست کرنا چاہیئے کہ بعض ہونہار لڑکیوں کو بولنے اور مضامین لکھنے کی مشق کرائی جائے۔ مگر سب لڑکیاں مقرر اور مضمون نگار نہیں ہو سکتیں۔ جس میں یہ مادہ یا شوق شروع سے ہو اُسی کو ادھر لگانا چاہیئے۔

تقریر کرنے والی عورتوں کی ہم پردہ نشینوں میں بہت کمی ہے اس واسطے اس ضرورت کو جلدی پورا کرنا چاہیئے۔

## بارھویں سوال کا جواب

خود مختاری کی حکومت کا مطلب میں ٹھیک طور سے نہیں سمجھی اگر وہ خود مختاری مراد ہے جو کانگرس مانگتی ہے تو میں اپنی ریاست کے حالات کی پابندیوں کے سبب اس کی نسبت کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔ البتہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ خود مختار حکومت کی سینکڑوں مثالیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ ہر والیٔ ریاست اپنی حدود میں خود مختار حاکم ہے۔ گو سیاسی اعتبار سے برٹش گورنمنٹ کی نگرانی ان پر عائد ہے لیکن سوشل یعنی تمدنی اور معاشرتی باتوں میں والیان

ریاست اور ان کی رعیت بالکل آزاد و خود مختار ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہاں کسی عورت کو اپنے حقوق طلب کرنے یا کم از کم اپنے حقوق سمجھنے کا خیال نہیں ہے۔ جب اس خود مختارانہ حالت کے میسّر آنے پر کوئی شخص عورتوں کے حقوق کی پروا نہیں کرتا تو کانگریس کی مانگی ہوئی خود مختار حکومت حاصل ہونے کے بعد کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ عورتوں کو کچھ مل جائیگا ✤

کیا ہندوستان واقف نہیں ہے کہ اکثر ہندو مسلمان ریاستوں کے حکمران بہت سی بیویاں رکھتے ہیں۔ مگر سوائے عیشِ نفسانی کے عورتوں کے تمدنی اور دینی حقوق کی بہت کم پروا کی جاتی ہے ✤

بعض مسلمان حکمران چار بیویوں سے بہت زیادہ بیویاں کر لیتے ہیں اور ان بیچاریوں پر اس قدر ظلم کیا جاتا ہے کہ کوئی وحشی اور جنگلی آدمی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر مجھے بتایا جائے کہ ان ریاستوں میں کسی مولوی یا حقوقِ نسواں کے حامی کو عورتوں کی حمایت کا خیال پیدا نہیں ہوتا اور کسی کی بھی اتنی مجال نہیں ہوتی جو والیِ ریاست سے یہ کہے کہ چار سے زیادہ بیویاں کرنی مسلمان کو حرام ہیں ✤

میں سمجھتی ہوں ہر آدمی جب علم حاصل کرتا ہے اور فرائضِ انسانی کو سمجھنے لگتا ہے تو وہ اپنے وجود کا خود مختار حاکم اور سیلف گورنمنٹ کا مالک بن جاتا ہے اور جو اس سے محروم ہے تو چاہے وہ تمام دنیا کا شہنشاہ ہو ادنےٰ غلام سے بدتر ہے ✤

پس عورتیں کسی سیلف گورنمنٹ سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتیں جب تک کہ وہ خود اپنے حقوقِ مذہبی اور حقوقِ معاشرتی

سے آگاہ نہ ہوں اور جب تک کہ وہ خود اپنی انسانی قدر و قیمت کو پہچاننے کی لیاقت پیدا نہ کریں۔

ہندوستان کا ہر گھر ایک خود مختار حکومت کی شان رکھتا ہے تو کیا لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہم لوگ اپنے چھوٹے سے گھر کی حکومت کو بھی خدا رسول کے حکم اور انسانی حقوق کی ادائگی کے طریقوں کی موافق نہیں کر سکتے۔ اور رات دن عورتوں پر ظلم کیا جاتا ہے یا عورتیں مردوں کو ستاتی اور بے چین رکھتی ہیں۔

وہ قوم کبھی خود مختار نہیں ہو سکتی جسکے افراد اُن ذاتی اختیارات کو جو کسی سلطنت کے محکوم نہیں ہوتے استعمال میں لانا نہ جانتے ہوں۔ یا اُن کو پوری طرح سمجھتے بھی نہ ہوں۔

کانگرس کی مطلوبہ خود مختاری ملے یا نہ ملے ہندوستان کو عورتوں کے حقوق سمجھنے اور اپنی خانگی و مجلسی حالت درست کرنے کی ہر وقت خود مختاری حاصل ہے اور وہ تعلیم عام کے بغیر کبھی درست نہیں ہو سکتی۔

## تیرھویں سوال کا جواب

ہر محلہ کی تعلیم یافتہ اور خوش حال عورتیں ایک ایک دو دو لڑکیوں کی تعلیم اور خرچ اپنے ذمہ لیلیں۔ یا دولت مند لوگ وظائف دیکر ایسی غریب لڑکیوں کو تعلیم دلائیں۔ یا ایسی دستکاریاں جاری کی جائیں جن سے غریب لڑکیاں گزر اوقات بھی کریں اور

تعلیم بھی حاصل کریں ؁

## چودھویں سوال کا جواب

جبریہ تعلیم کی ضرورت ایسے ضدی ملک میں ہر شخص تسلیم کرتا ہے ۔ مگر تعلیم کے لیے جبر اختیار کرنے سے پہلے ہر صوبہ کے رسم و رواج اور عادت و خصلت کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے ۔ کیونکہ بعض مقامات پر جبریہ تعلیم عادت و رواج کے اس قدر خلاف واقع ہوگی کہ فائدہ کی جگہہ نقصان ہوگا ؁

اِس کے علاوہ جس ملک میں لڑکوں کی جبریہ تعلیم اب تک جاری نہ ہوئی ہو وہاں لڑکیوں کی جبری تعلیم کیونکر جاری ہو سکتی ہے ؟

میں جبری تعلیم کو ضروری سمجھتی ہوں مگر جبر کی حد مقرر کرانے اور اس ملک اقوام کی خصلت و رواج کو ملحوظ رکھنے کا مجھکو پہلے خیال آتا ہے ۔ کیونکہ جن لوگوں کو حکومت کا کچھ بھی تجربہ ہے وہ جبر کے عمل کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں ؁

## پندرھویں سوال کا جواب

صرف مسلمان عورتوں کا نہیں بلکہ تمام اقوام ہندوستان کی عورتوں کا ایک مشترکہ قومی لباس ہونا ضروری ہے جس سے

ہندوستانی قوم کا اطلاق ان پر ہو سکے +

زنانہ مجلسوں میں ہندو مسلمان ۔ عیسائی ۔ پارسی وغیرہ تمام اقوام کی عورتوں کو ساڑی کا استعمال کرنا ایک متحدہ قوم ظاہر کرسکتا ہے ۔ البتہ مردانہ میں چلنے پھرنے کے لیے مسلمان عورتوں کو نقاب اور برقع استعمال کرنا چاہیے ۔ جو ساڑی کے اوپر اوڑھا جاسکتا ہے +

لباس میں ہر عورت اپنے خانگی کام کاج کے وقت یہ خیال رکھے کہ ایسا لباس اُس کے جسم پر ہو جو پردہ پوشی بھی کرے اور کام کاج میں حارج بھی نہ ہو ۔ شادی وغیرہ کی مجلسوں میں ایک مشترکہ قومی لباس ہونا چاہیے +

اگر مسلمان عورتوں کو اپنا علیحدہ قومی لباس مقرر کرنے پر اصرار ہو تو ترکی و مصری لباس میں سے کچھ حصّہ اپنے ہندوستانی لباس میں شریک کرلیا جائے +

## سولھویں سوال کا جواب

سب سے پہلے تو اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ پینے کا پانی صاف رکھا جائے ۔ اور کھانا پکانے کی جگہ روزانہ صاف ہو ۔ کھانے اور پینے کے برتنوں کو دن میں کئی بار دھونا چاہیے +

خواہ کیسا ہی غریب گھر ہو صفائی اُس کو مفت حاصل ہو سکتی ہے اگر وہ اُس کا خیال رکھے +

امیر عورتوں کو گھر کا کام اپنے ہاتھ سے کرنا چاہیے کیونکہ یہ تندرستی کے لیے بہت ضروری چیز ہے ورنہ گھر کے اندر روزانہ چہل قدمی یا زینہ پر چڑھنا اُترنا جاری کرنا چاہیے غذا زود ہضم کھانی چاہیے۔ نوالہ جتنا زیادہ چبایا جائیگا اُتنا ہی جلدی وہ ہضم ہوگا۔ لباس موسم کی گرمی و خنکی سے بچانے والا پہننا چاہیے۔ بچوں کو پاس سُلانے سے احتیاط کرنی چاہیے کہ اس سے وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ سورج نکلنے سے بہت پہلے بیدار ہونا چاہیے اور نماز کے بعد سب سے پہلا کام پینے کے پانی کو چھاننا، جوش دینا اور تازہ باسی پانی ایک جگہ کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہو تو صبح کے وقت پردہ کا بندوبست کر کے یعنی برقع اوڑھکر اور محرم مرد کو ساتھ لیکر باغ یا کھُلے میدان میں کچھ دور پیدل چلنا بہت مُفید ہے۔

# تمام شد

"بیوی کی تعلیم" کا دوسرا حصّہ "بیوی کی تربیت" ختم ہوا اب تیسرا حصّہ "بیٹی کی شادی" عنقریب شائع ہوگا۔

کارکنِ خواجہ ڈپو دہلی

سیّد عین الحسن جری عجلت رقم امروہوی
تحریر نمود۔ ۱۳۳۹ھ

# خواجہ حسن نظامی صاحب کی لکھی ہوئی
# اسلامی تاریخ کی کتابیں

## میلاد نامہ

یہ اسلامی تاریخ کا پہلا حصہ ہے جسمیں آنحضرت صلعم کی پیدائش سے لیکر وفات تک کا حال ہے۔

ت ایک روپیہ۔ مجلد ایک روپیہ سات آنے

## محرم نامہ

اس میں آنحضرت کی وفات سے لیکر واقعہ کربلا تک کا حال ہے اور کربلا و جمل و صفین کی لڑائیوں کی پوری تفصیل ہے۔ قیمت عمر۔ مجلد عہ۔

## یزید نامہ

یہ تیسرا حصہ ہے۔ اس میں کربلا کے بعد سے لیکر بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ تک تاریخی تذکرہ ہے خصوصاً یزید اور اُسکے باپ معاویہ کی کیفیت بہت مفصل ہے۔ قیمت عہ مجلد ایک روپیہ گیارہ آنے۔

## طمانچہ بر رخسار یزید

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا لکھا ہوا ناول ہے۔ قصہ کے پیرایہ میں یزید۔ ابن زیاد۔ شمر وغیرہ کے خفیہ چال چلن کی حقیقت دکھائی گئی ہے قیمت عہ مجلد عہ

کارکن "خواجہ ڈپو" دہلی

# بیوی کی تعلیم

یہ اُنیس سبقوں کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنی اہلیہ کو بطور تعلیم لکھکر بھیجے تھے' ان اسباق میں خانہ داری کی وہ سب باتیں آگئی ہیں جو ہندو مسلمان اور یورپین گھروں میں مروّج ہیں اور ان باتوں کو ایسے طریقے سے لکھا ہے کہ ہر ہندو مسلمان عورت صرف ایک کتاب پڑھکر تمام قابلِ اصلاح خرابیوں سے آگاہ ہو سکتی ہے اور جن چیزوں سے ملک ہندوستان تباہ و برباد ہو رہا ہے اُن کو ٹھیک طور پر درست کر سکتی ہے۔ چند سبقوں کے عنوان یہ ہیں۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک گیا تو دوبارہ چھپی' وہ بھی فروخت ہوگئی تو سہ بارہ چھپی۔

## عنوانات

دین۔ تعلیم و ترتیب۔ دمڑی۔ ناک۔ میاں۔ بیوی بچے۔ بیاج۔ اوپری خلل۔ شادی۔ غمی۔ نذر نیاز۔ لباس۔ مکان۔ کھانا۔ پانی۔ کئی بیویاں۔ عرس و محرم۔ پیر۔ مسلم لیگ۔ کانگرس۔

قیمت ایک روپیہ۔ مجلد ایک روپیہ سات آنے۔

کارکن خواجہ ڈپو دہلی